یا الٰہی! کر عطا کونین میں عزّ و وقار
مُرشدِ برحق وقار باصفا کے واسطے
حیاتِ وقار الملّت
(بیان فرمودہ)
فقیہہ العصر، وقار الملّت والدّین مفتی اعظم
حضرت علاّمہ مفتی محمّد وقار الدّین قادری رضوی
رحمۃ اللہ علیہ
بزم وقار الدّین

نام کتاب :- حیات وقار الملت

ترتیب و تدوین :- مولانا عبد العلیم
(مدرس دار العلوم امجدیہ)

اشاعت :- ستمبر 1993ء

تعداد :- ایک ہزار

ہدیہ :- 25/- روپے

ناشر :- بزم وقار الدین

ملنے کا پتہ

گلفشاں لائبریری، گلفشاں مسجد، بلاک 4 گلستان مصطفیٰ ایف بی ایریا کراچی

حیاتِ وقار الملت

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد وقار الدین

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد وقار الدین رحمتہ اللہ علیہ کے یہ حالات زندگی ہم نے ان سے انٹرویو کی شکل میں لیے ہیں اور اسے آڈیو کیسٹ سے سماعت کرنے کے بعد تحریری شکل میں لائے ہیں۔ یہ انٹرویو 1982ء میں لیا گیا تھا اس لیے اس تحریر میں کچھ حوالہ جات اسی اعتبار سے ہیں ۔ قارئین اکرام اس کتاب کو پڑھتے وقت یہ بات یاد رکھیے گا کہ ہم اپنی اس تحریر میں حضرت علامہ مفتی اعظم محمد وقارالدین رحمتہ اللہ علیہ کے اسم گرامی کی بجائے حضرت مفتی صاحب استعمال کریں گے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب مختصر طور پر اپنے اور اپنے آباء واجداد کے بارے میں بتایئے ۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اپنے آباء و اجداد کے بارے میں فرمایا میرے آباء سب زمیندار تھے اور وہ مغلوں کے دور میں پنجاب سے ہندوستان گئے تھے جو کہ موجودہ ہند ہے اور پنجاب میں سرسہ نامی جگہ میں رہتے تھے غالباً سرسہ نامی جگہ اب بھی پنجاب میں موجود ہے اس زمانے میں غالباً آبادیاں نہیں

تھیں اور حکومت آباد کاری کے لیے زمینیں دے رہی تھی۔ مذہب کے اعتبار سے سب صوم و صلوہ کے پابند تھے اور عقید تاً سنی تھے ۔ میرے والد صاحب حافظ قرآن تھے اور ایک چچا جن کا نام خان بہادر تھا وہ بھی حافظ قرآن تھے ۔ میرے والد صاحب کا اسم گرامی حافظ حمید الدین ہے اور والدہ کا نام امتیاز النساء ہے ۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے خاندان میں کافی تعداد میں حافظ تھے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ آپ کل کتنے بہن بھائی ہیں۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہمارے چار بھائی ہیں۔ مجھ سے بڑے ایک بھائی کا انتقال ہوگیا ان کا نام تاج الدین ہے ۔ ہم تین بھائی اس وقت باحیات ہیں میرے بڑے بھائی کا نام امین الدین ہے اور اس سے چھوٹے کا نام صغیر الدین ہے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ کس سن میں اور کہاں پیدا ہوئے اور آپ کا گھرانہ کونسا ہے ۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا میں یکم جنوری 1915 ء بمطابق 14 صفر المظفر 1333 ھ کو موضع کھمریہ گاؤں یا پیلی بھیت (ہندوستان) میں پیدا ہوا حضرت نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے خاندان کے بارے میں لکھا کہ ہمارا گھرانہ شیخ ہے یہ مکتوب حضرت نے لاہور سے چھپنے والی کتاب تعارف علمائے

اہلسنت کے نام لکھا تھا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب اپنی ابتدائی تعلیم کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری اسکول تھااور اس اسکول میں قرآن بھی پڑھایا جاتا تھا ابتدائی تعلیم اسی اسکول سے حاصل کی اس اسکول سے میں نے کلاس چار تک تعلیم حاصل کی ۔ حضرت مفتی صاحب نے دینی تعلیم سے متعلق اپنے شوق کے بارے میں فرمایا کہ چوتھی جماعت کی تعلیم کے دوران ایک واقع ہوا یہ تقریباً 1927 ء یا 1928 ء کا واقع ہے کہ ایک مولانا ہمارے گاؤں میں تقریر کرنے کے لیے آئے تھے اور میں اس زمانے میں بالکل ابتدائی دور میں تھا ہمارے والد صاحب کا یہ معمول تھا کہ بچوں کو لے کر جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد جایا کرتے تھے ۔ مسجد میں میں نے اس واعظ کی تقریر سنی تو گھر آکر اپنے والد صاحب سے عرض کی کہ میں یہ پڑھوں گا جو یہ مولوی صاحب پڑھ رہے تھے ۔ میرے والد صاحب نے جواب دیا کہ عربی پڑھنا بہت مشکل ہے تم نہیں پڑھ سکوگے اس تعلیم میں بہت کوشش کرنی پڑتی ہے مگر ہم نے کہا کہ ہم یہ ہی پڑھیں گے مگر والد صاحب نہیں مانے ۔ میرے دونوں بڑے بھائی انگریزی پڑھتے تھے اور وہ بریلی شریف میں ہاسٹل میں رہتے تھے جو کہ ایک ہائی اسکول کی عمارت تھی۔ اس زمانے میں ہاسٹل والے اسکول بہت کم تھے مگر بریلی میں تھا۔ تو میں نے والد صاحب سے کہا کہ مجھے کلاس چار پاس کرنے کے بعد اب انہیں کے ساتھ کلاس پانچ میں داخل کرادیں ۔ تو انہوں نے مجھے بھی ان کے ساتھ داخل کرادیا یہ اسکول

فائف تک مڈل اسکول کہلاتا تھا۔ اور سب امتحانات بورڈ کے زیر اہتمام ہوتے تھے ۔ یہ اسکول گھر سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع تھا میں کبھی ہاسٹل میں رہ جاتا تھا اور کبھی گھر آجاتا تھا اور جب امتحان ہوا تو میں ضلع بھر میں فرسٹ آیا۔ اس وجہ سے مجھے انعام بھی ملا۔ لیکن مجھے شوق دینی تعلیم ہی کا تھا اس لیے میں نے والد صاحب سے کہا کہ ہم وہی پڑھیں گے جو ان مولوی صاحب نے پڑھا تھا والد نے کہا تم سے ہم نے کہہ دیا ہے کہ وہ علم بہت مشکل ہے اور سمجھانے کے بعد بریلی میں بھائیوں کے پاس داخل کردیا اور تقریباً ایک سال تک ہم بریلی میں رہے اور اتفاق سے بھائیوں کو وہ اسکول چھوڑنا پڑا۔ یہ اسکول بھائیوں نے اس لیے چھوڑا کہ ایک انگریز اس اسکول کا ہیڈماسٹر تھا اور اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میٹرک کی پرمیشن مل جائے گی اور تم میٹرک کا امتحان دے دوگے مگر پرمیشن نہ مل سکی اور اس نے بھائیوں سے کہا کہ ہم مجبور ہیں۔ اس لیے بھائی چلے آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے آئے ۔اس کے بعد ہم نے والدصاحب سے کہا کہ ہم کو وہی پڑھائیے جو ان مولوی صاحب نے پڑھا تھا ۔ تو والد صاحب نے کہا کہ چلو تم نہیں مانتے تو اسی میں داخل کردیتے ہیں تو والد صاحب نے ہم کو پیلی بھیت میں ایک مدرسہ تھا جو کہ اس زمانے میں کھلا تھا آستانہ شیریہ اس کا نام تھا اس میں ہم کو داخل کردیا یہ مدرسہ شاہ جی محمد شیر میاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منسوب تھا۔ یہ حضرت بہت کامل ولی گزرے ہیں یہ مدرسہ پیلی بھیت کے قریب ہے ۔ ایک محلہ ہے ---------

اسی محلہ میں محدث سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مدرسہ بھی مدرستہ الحدیث کے نام سے تھا۔ اور اسی کے قریب ان کا گھر بھی تھا اور قریب میں محمد شیرمیاں کا مزار تھا۔ اسی محلہ میں میری بڑی بہن بھی رہتی تھی میں ان کے گھر رہتا تھا اور مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آیا کرتا تھا مر میرے بہنوئی کا حلقہ احباب بہت

زیادہ تھا ہر وقت ان کے ہاں لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی ۔ ہم نے قریباً چار مہینے تو نکالے مگر ہم نے سوچاکہ یہاں رہنا اچھا نہیں یہیں ہماری والدہ کے ماموں حضرت مولانا عبدالحق صاحب جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے رہتے تھے ۔ پیلی بھیت میں اعلیٰ حضرت جب بھی تشریف لاتے تو ان کے پاس رہتے تھے ہم ان کے یہاں رہنے لگے ۔ حضرت نے فرمایا یہ 1931ء کی بات ہے ۔

سوال :۔

حضرت مفتی صاحب مدرسہ آستانہ شیریہ میں آپ کے اساتذہ میں کون کونسے حضرات شامل ہیں۔

جواب :۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں ایک تومولانا حبیب الرحمن صاحب جو مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور ایک اور صاحب تھے ان کا نام عبدالحق تھا یہ بھی محدث سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے حضرت مفتی صاحب نے اپنے استاد عبدالحق صاحب کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت سادہ آدمی تھے اور بہت عمدہ حافظہ رکھتے تھے انہیں اکثر کتابوں کی عبارتیں یاد تھیں۔ ہم نے ان سے مشکوٰۃ ، جلالین شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ قریباً چار سال کا عرصہ ان سے تعلیم حاصل کی پھر مولانا حبیب الرحمن صاحب نے کہا کہ اب کتابیں زیادہ ہو گئی ہیں اور مشکل بھی ہیں چلو ہم تم کو بریلی شریف میں داخل کرادیتے ہیں اس زمانے میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ تو سن لیا تھا کیونکہ پیلی بھیت میں تذکرہ ہوا کرتا تھا تو حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے ہم کو بریلی شریف کے مدرسہ منظر الاسلام میں داخل کرادیا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ فرمائیں کہ اس وقت منظرالاسلام میں کون سے علمائے کرام تدریس کا کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس وقت وہاں صدر مدرس حضرت مولانا امجد علی صاحب تھے اس کے علاوہ دیگر مدرسین میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب ، حضرت مولانا احسان الہی تھے۔ مہتمم مولانا تقدس میاں تھے ۔

سوال :-

بریلی شریف میں آپ کی رہائش کہاں رہی۔

جواب :-

اعلی حضرت کے مکان کے مین دروازے کے قریب چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے تھے جو طالب علموں کے رہنے کے لیے تھے ان میں سے دروازے کے قریب ایک چھوڑ کر دوسرے میں میں رہتا تھا۔

سوال :-

دارالعلوم منظرالاسلام میں آپ کے اساتذہ کون کون تھے ۔

جواب :-

پہلے سال میں ہماری کتابیں جو شروع ہوئیں سردار علی خان جو کہ اعلی حضرت کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے یہاں ملتان میں آکر ان کا انتقال ہوا ہے ان کے پاس ہمارے اسباق تھے ۔ تین چار سبق حضرت مولانا احسان الہی کے پاس تھے ۔ مگران کے ساتھ ہم شریک نہیں ہوئے تھے کچھ دن پڑھنے کے

بعد ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا یعنی پڑھانے میں ہم ان سے مطمئن نہیں تھے تو ہم نے کہا کہ ہم ان سے نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس سے اچھا تو ہم خود ہی سمجھ لیتے ہیں حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے مجھے کہا کہ ایک دو سبق میں آپ کو پڑھا دیا کروں گا تو جب اسباق کا وقت ختم ہو جاتا تو پھر میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب سے ایک دو سبق پڑھ لیا کرتا تھا اس کے بعد ہم نے حضرت مولانا امجد علی صاحب سے کہا تو انہوں نے کہا کہ ایک دو سبق ہم پڑھا دیا کریں گے تو وہ بالکل چھٹی کے بعد پڑھادیا کرتے تھے۔ اس طرح تقریباً دو سال تک ہم نے بریلی میں پڑھا۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب جو اسباق پڑھاتے تھے وہ تھے مشکوہ شریف ، ملاحسن ، میبذی اور ہدایہ اولین اور حضرت امجد علی صاحب مختصر المعانی پڑھاتے تھے یہ پہلے سال کی کتابیں تھیں۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ نے منظرالاسلام کے علاوہ اور کہاں سے تعلیم حاصل کی۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت مولانا امجد علی صاحب جب منظرالاسلام سے دادوں چلے گئے یہ علی گڑھ ضلع میں ایک ریاست ہے۔ کیونکہ آپ بریلی سے درمیان سال چلے آئے تھے اس لیے میں درمیان سال تو ان کے ساتھ نہیں گیا مگر دوسرے سال میں بھی ان کے پاس چلا گیا اور تین سال تک میں نے وہاں وہ تمام فنون کی کتابیں یہاں تک کہ حدیث شریف بھی مکمل کرلی۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب ضلع علی گڑھ میں جس مدرسہ میں آپ تشریف لے گئے اس کا نام کیا تھا۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا یہ دارالعلوم ایک نواب کا تھا اس نواب کا نام ابوبکر تھا انہوں نے وہ مدرسہ قائم کیا تھا مدرسہ کا نام مدرسہ سعیدیہ تھا نواب صاحب کی اولاد نہیں تھی صرف ایک ہی لڑکی تھی اور اسٹیٹ کافی بڑی تھی نواب صاحب نے اپنی آدھی جائیداد تو اپنی لڑکی کے نام کردی اور آدھی مدرسہ کے لیے وقف کردی اور یہ مدرسہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں کھول لیا تھا ہم نے توان کو نہیں دیکھا مگر جب ہم گئے تو اس زمانے میں ان کا ایک بھائی تھا جو کہ اس مدرسہ کا انتظام چلا رہا تھا اور مدرسہ کا متولی تھا

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ کے ساتھ اور کون کون تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حدیث کی کتابوں میں یعنی دورہ حدیث میں ہمارے ساتھ ازہری صاحب (علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری) اور عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب تھے علامہ ازہری ہدایہ اخیرین اور شرح چغمینی میں بھی میرے ساتھ تھے۔ اس زمانے میں ازہری صاحب مصر سے واپس آچکے تھے۔ ان احباب کے علاوہ مولانا مصطفیٰ علی جو سنبل کے رہنے والے تھے ان کا انتقال ہوگیا ہے اور مولانا خلیل صاحب تھے یہ صوفی آدمی تھے بہت اچھے آدمی

تھے ۔ یہ دارالعلوم کے اچھے طالب علموں میں سے تھے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیں کہ دارالعلوم میں آپ کی پوزیشن کیسی تھی۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بریلی شریف میں تو کوئی امتحان نہیں ہوا کرتا تھا مگر دادوں میں کچھ عجیب حالت تھی کہ وہاں نواب صاحب پرچے باہر سے لکھوا کر لایا کرتے تھے ۔ یہ بھی طے تھا کہ سارا امتحان تحریری ہوگا حالانکہ عربی مدارس میں یہ نہیں ہوتا بعض کتابیں تحریری ہوں اور بعض تقریری مگر وہاں پر سب امتحان تحریری ہوا کرتا تھا جب ہم پہلے سال وہاں گئے تو ہم تو گئے تھے حضرت مولانا امجد علی صاحب سے پڑھنے کے لیے اور وہاں ایک مولانا امین صاحب تھے وہ مدرسہ کے مہتمم تھے سارا انتظام انہیں کے ہاتھ میں تھا لڑکوں کی دیکھ بھال اور دیگر تمام معاملات انہی کے ہاتھ میں تھے اور وہ بہت منہ چڑھے تھے اور جب کتابیں انہوں نے تقسیم کیں تو انہوں نے ایک کتاب اپنے پاس رکھی یعنی ہدایتہ اخیرین لیکن ہم نے ان سے پڑھنے سے انکار کردیا اور انہوں نے میرے داخلے کے وقت مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اولین کا امتحان بھی لیا تھا اور کہا کہ بہت اچھے ہیں ہم ان کو داخلہ دیں گے جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ کتاب ہم پڑھائیں گے تو میں نے کہا کہ میں نہیں پڑھوں گا حالانکہ ابھی تک ہم نے ان سے پڑھ کر دیکھا بھی نہیں تھا مگر انکار کردیا یہ بات ان کو کچھ ناگوار گزری مگر ہم نے کہا کہ ہم صدرالشریعہ سے پڑھنے آئے ہیں ہمارے سب اسباق انہیں کے پاس رکھیں۔ تو اس پر انہوں نے باوجود

ناگوار گزرنے کے وہ سبق اپنے پاس سے تبدیل کردیئے اور حضرت صدرالشریعہ کے پاس رکھ دیئے ۔ مگر یہ بات ان کے دل میں تھی جب ششماہی امتحان کا وقت ہوا کہنے لگے کہ دیکھوں گا کہ تم نے کیسی ہدایہ پڑھی ہے میں نے کہا کہ دیکھ لیجیئے کہ مولوی صاحب میں نے ہدایہ کیسی پڑھی ہے ۔ خیر جب انہوں نے پرچہ دیا ایک دم ایسا مشکل کہ زیادہ تر مسائل زراعت وغیرہ کے تھے جو عام طور پر متعارف نہیں ہیں۔ اور ہر مسئلہ میں علمائے کا اختلاف مذہب بیان کرو اور اس کی دلیلیں بیان کرو اور اپنا مذہب بیان کرو ہر مسئلہ میں یہ تھا اور نگراں بھی وہ خود تھے جب ہم نے کاپی دی اور باہر نکلے تو ہم دروازے پر دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کرتے ہیں ان کا رد عمل کیا ہے تو انہوں نے کاپی کو جلدی جلدی الٹ پلٹ کر دیکھا اور فوراً صدرالشریعہ سے کہنے لگے کہ اس نے نقل کی ہے تو انہوں نے کہا اس نے کس طرح نقل کرلی جب کہ نگراں آپ ہی تھے اور لڑکے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ اس نے کیسے نقل کرلی تم نے اس کو دیکھا کیوں نہیں اس پر تم یہ الزام لگا رہے ہو اس پر مدرسہ کے مہتمم صاحب کہنے لگے کہ یہ جس طرح انہوں لکھا ہے یہ بغیر نقل کے ہو ہی نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا یہ تو محنت پر ہے ۔ انہوں نے مجھے جب نمبر دیئے تو 98 تھے ۔ اور کہنے لگے کہ دو نمبر میں نے زبردستی کاٹ لیے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ امتحان کے بعد یہ صاحب تفسیر مدارک (حنفیہ کی یہ ایک تفسیر ہے) پڑھاتے تھے اور میرا بھی ایک گھنٹہ خالی تھا لہذا میں بھی ان کے پاس بیٹھ جایا کرتا تھا مگر میں اس کتاب کا مطالعہ نہیں کرتا تھا کیونکہ ہماری کتابیں جو مستقل درس میں داخل تھیں اس سے فرست نہیں ملتی تھی قریباً دوچار دن میں اس درس میں شریک رہا اس کے بعد انہوں نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ مرتد کو تین دن تک قید رکھنے کے بعد اگر اس تین دن کے اندر اندر توبہ نہیں کی تو اسے قتل کردیا جائے گا

میں نے یہ کہا کہ مرد کو تو قتل کردیا جائے گا مگر عورت کو نہیں قتل کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مرد و عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے اس پر بحث ہوئی تو انہوں نے کہا کہ جاؤ صدر الشریعہ سے پوچھ لو صدر الشریعہ سے جب یہ بات پوچھی تو آپ نے فرمایا یہ ٹھیک کہتے ہیں مرد کو تو قتل کردیا جائے گا مگر عورت کو نہیں قتل کیا جائے گا۔ جب ہماری بحث اس مسئلہ میں ہو رہی تھی تو ان صاحب کے شاگردوں نے بھی اپنے استاد کی طرفداری کی ۔ دو چار دن کے بعد ایک اور مسئلہ آیا اس میں بھی اسی طرح اختلاف ہوگیا مسئلہ تو مجھے یاد نہیں بہرکیف وہ ایک عبارت تھی جس کا مطلب وہ بیان کررہے تھے مگر ہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے ۔ ان کے شاگرد پھر ان کی طرفداری کرنے لگے مگر ہم نے کہا کہ نہیں جو مطلب آپ بیان کرتے ہیں اس سے عبارت کے مطابق بات نہیں بنے گی جب بات زیادہ بڑھی تو انہوں نے کہا چلو پوچھ کے آتے ہیں جب صدر الشریعہ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح کہتے ہیں پھر اس کے بعد ہم نے ان سے پڑھنا چھوڑ دیا۔ تفسیر مدارک کے بارے میں حضرت نے فرمایا یہ تفسیر حنفیوں کی ہے زیادہ تفاسیر شافعیوں کی ہیں۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کچھ دورہ حدیث کے بارے میں فرمائیں۔

جواب :-

دورہ حدیث کے بارے میں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ دورہ حدیث کے امتحانات زبانی ہوا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ مولانا نصراللہ صاحب علی گڑھ میں بہت مشہور عالم گزرے ہیں وہ علم ہیئت کے بہت ماہر تھے کرہ انہوں نے بنایا تھا آسمان کا کرہ فلکیان کا وہ اس کے بہت ماہر تھے وہ اعلی

حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے کے تھے مولانا نصراللہ عبدالقیوم لطفی جو علی گڑھ میں پروفیسر ہیں ان کے والد تھے ان دنوں علی گڑھ میں ان کا مدرسہ تھا اور اس مدرسہ میں حدیث کا امتحان لینے کے لیے صدرالشریعہ کو بھیجا جاتا تھا اور وہ خود ہمارے مدرسہ میں امتحان لینے کے لیے آیا کرتے تھے۔ صدرالشریعہ رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی یہ عادت تھی کہ امتحان انصاف سے لیا کرتے تھے۔ جب آپ نے ان کے مدرسہ کا امتحان لیا تو لڑکے زیادہ فیل ہوگئے تو حضرت مولانا نصراللہ نے یہ تاثر لیا کہ صدرالشریعہ نے بدنام کرنے کی غرض سے کہ تعلیم کا معیار اچھا نہیں ہے زبردستی ہمارے لڑکوں کو فیل کیا ہے۔ اب مولانا نصراللہ صاحب ہمارے یہاں امتحان لینے آئے اور ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم یہاں پر لڑکوں کو فیل کریں گے اور طریقہ یہ تھا کہ وہ نواب صاحب بھی خود امتحان کے زمانے میں مدرسے آجایا کرتے تھے اور موجود رہتے تھے لہذا انہوں نے بخاری کا امتحان لیا اور مختلف جگہ سے سوالات کئے اور جو کچھ انہوں نے پوچھا سب ہم نے بتادیا تو کہنے لگے کسی واقعہ کی طرف اشارہ کرکے کہ یہ واقعہ زبانی سناؤ غالبا کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ تھا تو ہم نے سنا دیا جب ان کو کچھ نہ ملا تو بولے کہ تم نے بخاری کتنی پڑھی ہے ہم نے بتایا کہ 28 باب پڑھے ہیں تو کہنے لگے اچھا جو دوباب باقی ہیں اس میں ایک حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے (سبقت رحمتی علی غضبی) اس حدیث کا مطلب کیا ہے اور یہ جان کر نہیں پڑھا ہے مگر سوال کیا اور کہا کہ اللہ تعالی کی سب صفات آگے پیچھے نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ سب قدیم ہیں اور اس حدیث میں ایک صفت پہلے ہے اور ایک صفت بعد کو ہے اس کا مطلب کیا ہے تو ہم نے کہا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صفات باری تعالی میں خود ذاتی کوئی تقدیم تاخیر نہیں ہوتی مگر صفات کا تعلق مقدم و موخر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالی

فرماتا ہے کہ میری رحمت کا تعلق میرے بندوں سے پہلے ہوتا ہے اور غضب کا تعلق بعد میں ہوتا ہے تو یہ تقدیم تاخیر بندوں سے تعلقات کی بناء پر ہے کہ خود صفات باری میں بالذات تقدیم و تاخیر ہے تو اس پر انہوں نے 56 نمبر دیئے اور بخاری کا امتحان اسی طرح ہوا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ دورہ حدیث کا امتحان کس سن میں ہوا تھا۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ امتحان 1938 ء میں دیا اور دستار بندی بھی صدر الشریعہ نے کی۔

سوال :-

حضرت صدر الشریعہ مولانا اور سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے تمام اساتذہ کرام ہمیں اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور اچھے طلبہ میں ہمیں شمار کرتے تھے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں اس لحاظ سے کچھ بے تکلف بھی تھا کیونکہ حضرت صدر الشریعہ کے گھر کا تمام سامان بازار سے لانا میرے ذمہ تھا اور یہ بھی ایک خاص بات تھی کہ جب میں بریلی میں مختصر المعانی پڑھتا تھا تو صدر الشریعہ کو یہ عادت شریفہ تھی کہ وہ جو چیز بھی بازار سے منگواتے تھے تو اس کا حساب پورا طلب کرتے تھے اور پوچھا کرتے تھے کہ کتنے کی خریدی اور کس سے خریدی اور

کس طرح خریداری کی اگر طالب علم حساب جانتا تو بتا دیتا تھا اگر حساب نہ جانتا تو پوری کیفیت نہیں بتا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ پان لے آؤ میں پان لینے گیا جب واپس آیا تو آپ نے پوچھا کہ کتنے کے لائے تو میں نے کہا کہ صاحب ڈولی اتنے کی دے رہا تھا اور یہ چوتھائی ڈولی ہے اس میں اتنے پان ہیں اور اس کی قیمت یہ ہے تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بس آپ ہی سامان لایا کرو چونکہ میں حساب پڑھا ہوا تھا اس لیے حساب جانتا تھا۔ آپ ـــــــــ نے فرمایا کہ بریلی میں بھی میں ان کے گھر کا سامان لایا کرتا تھا اور بریلی میں ہفتہ میں دو تین جگہ بازار لگتا تھا اور تمام دیہاتی لوگ جس طرح دیہات میں بازار میں آٹا دالیں وغیرہ بازار میں لاتے ہیں اور خرید و فروخت کر کے چلے جاتے ہیں اسی طرح بریلی میں بھی بازار لگتا تھا۔ تو اس بازار سے ہفتہ بھر کے لیے اکٹھا سامان خریدنا پڑتا تھا تو وہ سامان میں لاکر دیا کرتا تھا۔ اس وجہ سے کچھ بے تکلفی بھی اور میں محنت بھی کرتا تھا اور پڑھنے کے زمانے میں سب سے زیادہ اعتراض بھی میں ہی کرتا تھا اور صدرالشریعہ بھی فرماتے تھے کہ تم اگر آج شرم کروگے تو پھر کب سیکھوگے تم یہاں پڑھنے آئے ہو جب تم کو اطمینان ہو جائے تو تم آگے بڑھو اور ہم سے پوچھو کیونکہ ہم بیٹھے ہی اسی لیے ہیں۔ اور تم سمجھو نہیں اور آگے بڑھ جاؤ تو پھر اور کب سمجھوگے۔ اس لیے سب سے زیادہ میں ہی قیل و قال کرتا تھا۔ یہ بات بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی ہیبت بہت تھی ان کے سامنے بولنے کی جرات نہ ہوتی تھی یہی وجہ تھی کہ ہمارے اور ساتھی جو مسئلہ نہیں سمجھتے تھے وہ بھی مجھ سے کہتے تھے کہ یہ مسئلہ حضرت سے معلوم کرلو۔ اس طرح ہدایہ اخیرین میں خاص طور پر بہت زیادہ حجت کرتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ فرماتے لاؤ ہدایہ کی شرحین، لاؤ فتح القدیر، اور شرحین دیکھ کر مسئلہ واضح کرتے اور کبھی فرماتے

کہ تم ٹھیک کہتے ہو اور حدیث شریف میں جو ہوتا تھا اس میں حضرت کا طریقہ عجیب تھا کہ ہم اتنی تیزی سے عبارت پڑھ رہے ہیں اور جہاں ہم کو پوچھنا ہے وہاں پر ذرا رکے تو حضرت نے وہ ہی بات فرمادی جو ہم پوچھنا چاہتے تھے یعنی طلبہ کے مزاج کو اس قدر جانتے تھے اس زمانے میں حدیث شریف کی عبارت پڑھتے چلے جاتے تھے جہاں کچھ پوچھنا ہے تو رک گئے ورنہ پڑھتے رہتے تھے۔

اس زمانہ میں تو طلبہ کو ہر چیز بتانی پڑتی ہے اور ایک ایک بات واضح کرنی پڑتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی جگہ طالب علم رکا اور کوئی بات پوچھنے کے قابل ہے تو آپ فوراً بتا دیتے تھے اور اگر طالب علم رکا نہیں اور واقعی کوئی بات بتانی تھی تو کہا رک جاؤ اور وہ بات بتا دیتے اور فرماتے کہ آگے چلو اور کبھی یہ بھی ہوتا کہ کوئی مشکل بات ہوتی تو فرماتے کہ اس کا مطلب بتاؤ اگر طالب علم بتادیتا تھا تب تو خیریت ہوتی اور اگر نہیں بتاتا تو بہت ڈانتے تھے اور کہتے کہ تم نالائق ہو اور جو بھی منہ پر آتا کہتے مگر الحمدللہ میرے ساتھ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے کچھ پوچھا ہو اور میں نہیں بتاپایا ہوں جو بھی پوچھتے میں بتادیا کرتا تھا۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ بخاری شریف کی شرح عینی جو کہ 25 جلدوں میں ہے بعض اوقات آٹھ صفحے بخاری کے ہم نے پڑھنا ہیں تو آٹھ صفحے کے بعض دفعہ دو سو صفحے عینی کے ہو جاتے اور یہ طے تھا کہ پوری عینی دیکھ لینا ہے تو پوری دیکھ کر سوتے تھے اور بعض دفعہ تو فجر کی اذان ہو جاتی تھی۔ پوری رات ہو جاتی عموماً رات کے ایک دو بج جاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ پوری پوری رات گزر جاتی تھی اور مطالعہ میں ہم مصروف رہتے تھے اور الحمدللہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے سوال کیا ہو اور اس کا جواب ہم نے نہ دیا ہو اور یہ ہی کیفیت ہر کتاب میں ہماری ہوتی تھی فرمایا کہ ایک دفعہ ہم قاضی مبارک جو کہ ایک بہت مشکل کتاب ہے جو قاضی کے منہیات کہلاتے ہیں پڑھ رہے

تھے ۔ اصل میں منہیات وہ نوٹ ہیں جو کہ قاضی نے اپنی کتاب ختم کرنے کے بعد لکھے ہیں اوران اشکال کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ کتاب کی عبارت میں ہیں۔ اور قاضی کی شرحین دو ہیں ایک تو وہ ہے جو مولانا فضل حق خیر آبادی نے لکھی ہے اور ایک ان کے بیٹے عبدالحق نے لکھی ہے اور یہ دونوں ہم دیکھ کر جاتے تھے یہ دونوں شرحین بہت عمدہ ہیں اور ہم رات کو ان دونوں شرحین کا مطالعہ کر کے جاتے تھے اب جب کوئی مطلب بتاتے تھے تو ہم اس کی تردید کرتے تھے چونکہ منطق میں کسی کو زبان پر پابندی تو ہے نہیں تو جب وہ تقریر کرتے تو ہم اس پر اعتراض کردیتے اور کہتے کہ اس پر تو یہ اعتراض ہے ایک دن ایسا ہوا کہ وہ جتنی دیر تقریر کرتے رہے مگر ہم نے اسے تسلیم نہیں کیا اور گھنٹہ ہی ختم ہو گیا۔ وہ پڑھانے میں بھی بہت کوشش کرتے تھے ۔ کہ کتاب ختم ہو جائے اور وقت گزاری کا تو ان کے یہاں دھندہ نہیں تھا تو انہوں نے کہا کہ کل بھی اسی کو پڑھ لینا مطالعہ ٹھیک سے کر کے آنا اور کل دوبارہ پڑھ لینا۔ اور ہمارے ساتھی بھی سب اچھے تھے مولانا خلیل صاحب وغیرہ سب محنت کرنے والے تھے اور ذہین تھے الحاصل دوسرے دن پھر وہی صورت حال رہی بہرکیف انہوں نے مجھ سے کبھی ڈانٹ کر بات نہیں کی اور دیگر اساتذہ کے یہاں بھی کبھی ایسا موقع نہیں آیا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ رات کو آپ کس طرح مطالعہ فرمایا کرتے تھے اس وقت روشنی کا تو خاص انتظام نہیں ہوا کرتا تھا۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ رات کو پڑھنے کے لیے مدرسہ

تیل دیتا تھا اور لالٹین کی روشنی میں مطالعہ ہوتا تھا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب جب آپ پوری پوری رات مطالعہ فرمایا کرتے تھے تو آپ آرام کس وقت میں فرمایا کرتے تھے۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب ہم رات کو مطالعہ کرتے تھے تو دن کو اسباق ختم کر کے دوپہر میں سوجاتے تھے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب وہابی دیوبندی کے ساتھ ہونے والے کسی مناظرہ کا حال تو سنائیے۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا سردار احمد صاحب نے بریلی میں مناظرہ کیا تھا تو میں وہاں موجود تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ نصرت خدا داد نامی کتاب جو کہ مناظرے کی روداد ہے ہم نے چھپوائی تھی اور یہ بھی فرمایا کہ ہم فرضی مناظرہ کیا کرتے تھے اور باقاعدہ طالب علمی کے زمانے میں تقریریں ہوا کرتی تھیں اور طالب علم تربیت حاصل کرتے تھے جو مناظرہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب سے ہوا تھا وہ قریباً چار دن جاری رہا اور دیوبندیوں کی طرف سے منظور نامی دیوبندی تھا جس پر مناظرہ روئے داد موجود ہے اور پاکستان میں بھی ملتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے بھی ایک مناظرہ بریلی شریف میں کیا جب میں مدرسہ میں تھا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب اپنے بچپن کا کوئی ایسا واقعہ سنائیے جس پر آپ کو رونا آیا ہو۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ واقعہ پانچویں جماعت کا ہے ۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہمارا ماسٹر آریہ تھا (ہندو) اس کا یہ طریقہ کار تھا کہ جب کوئی نیا لڑکا داخل ہوتا تو وہ امتحان لیتا تھا اور ٹیسٹ لینے کے بعد جو لڑکا فرسٹ آتا تو اس کو مانیٹر بناتا تھا۔ اور پھر لڑکوں کو ترتیب سے بٹھاتا تھا پہلے نمبر پر مانیٹر اور ساتھ سیکنڈ اور پھر تھرڈ ڈویژن کے لڑکوں کو بٹھاتا تھا اور اس کا قاعدہ یہ تھا کہ کسی دن اگر فرسٹ والا بغیر درخواست کے غیر حاضر رہتا تو وہ فرسٹ پوزیشن سے سیکنڈ میں آجاتا اور سیکنڈ والا فرسٹ میں چلاجاتا یا سیکنڈ والا غیر حاضر ہوتا تو وہ تھرڈ میں چلا جاتا یہ اس کی سزا ہوا کرتی تھی اور جب اس نے مجھ سے ٹیسٹ لیا تو ہندی میں ٹیسٹ لیا تھا کہ میں نے ہندی پڑھی ہوئی تھی ۔ میرے خیال سے میرا نمبر ساتواں یا آٹھواں تھا جہاں اس نے مجھے بٹھایا تھا اور جب سہ ماہی امتحان ہوا تو اس میں میرا نمبر سیکنڈ آیا تو اس نے مجھے دوسرے نمبر پر بٹھایا اور پہلے نمبر پر ایک ہندو لڑکا مانیٹر تھا اور ایک دن وہ غیر حاضر ہوا تو میں مانیٹر بنا۔ اور ششماہی امتحان ہوا تو جیومیٹری میں 40 نمبر کا پرچہ تھا تو میں نے چالیس کے چالیس نمبر حاصل کیئے ۔ اور حساب کا پرچہ 60 نمبر کا تھا تو حساب میں بھی میرے نمبر اتنے تھے کہ اسکول میں کسی کے نہ تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ماسٹر محنت کی وجہ سے قدر کرتا تھا اب اس سے ہمارا جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑا اس بات پر ہوگیا کہ جمعہ کا دن تھا اس زمانے میں چھٹی اتوار

کو ہوا کرتی تھی اور جمعہ کو اسکول لگا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن نماز کا وقت ہوگیااور عین نماز کے وقت اس کا پریڈ تھا اور اسی زمانے میں نماز کے لیے ایک گھنٹہ چھٹی ہوجایا کرتی تھی مگر اس نے ہم کونماز کے لیے چھٹی نہ دی جب اذان ہوئی تو میں کھڑا ہوگیا اور پیریڈ چونکہ چل رہا تھا اور پیریڈ بھی ختم ہونے کو تھاتو اس نے کہا کیا بات ہے میں نے کہا کہ میں نماز کے لیے جاتا ہوں کہا کہ جب تک پریڈ ختم نہیں ہوگا نہیں جاسکتے میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد میں پھر کھڑا ہوگیا تو اس نے مجھے روک دیا تو میں بیٹھ گیا مگر میری آنکھوں سے آنسوں آگئے کہ دیکھو یہ ہمیں نماز سے روک رہا ہے اور نماز بھی فوت ہو گئی۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ بتائیے کہ نماز سے روکنے والے استاد کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی یا نہیں ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب ہم رات کو گھر آئے تو چچا خان بہادر چونکہ ایم ایل اے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی تھے تو میں نے سارا واقع انہیں سنایا تو کہنے لگے اچھا نماز کے لیے چھٹی نہیں دی تو انہوں نے تمام مسلمان لڑکوں سے دستخط کراکے ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین کو درخواست دے دی جس پر ڈسٹرک بورڈ کے چیئرمین نے انکوائری کے لیے ایک کمیٹی مقرر کردی اور ماسٹروں کو کوئی علم نہیں تھا اب ہم لڑکوں کو بتاتے تھے کہ کمیشن مقرر ہو گیا ہے اور وہ انکوائری کے لیے آئیں گے جب ضلع سے دو تین آدمی انکوائری کے لیے آئے تو اس ماسٹر کو پتہ چلا تو بہت پریشان ہوا اور مجھے کہنے لگا کہ تم نے میرے خلاف درخواست دے دی تو میں نے کہا کہ صاحب میں نے تو

آپ کو یہ بات بتادی تھی کہ آپ نے مجھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی اور تو کچھ شکایت نہیں کی جب انکوائری کی تو بات سچی نکلی تو انہوں نے اس کا ٹرانسفر دوسری کلاس میں کرادیا یعنی اس کی کلاس تبدیل کردی۔ اور جب سالانہ امتحان آیا تو ہم ضلع بھر میں پانچویں کے امتحان میں فرسٹ آئے اس کے بعد ہم بریلی چلے گئے اور جب انعام دینے کا وقت آیا تو ایک تقریب منعقد ہوئی تو میرے نام ایک خط آیا کہ فلاں تاریخ کو اس تقریب میں شریک ہونا ہے تمہیں انعام ملے گا تو ہم انعام لینے کے لیے گئے تو اس ماسٹر نے ہم سے کہا کہ تم اسکول مٹ چھوڑو یہ انعام تو کچھ بھی نہیں ہم تمہارے لیے وظیفہ مقرر کردیں گے مگر تم اسکول مت چھوڑو غرض بہت سمجھایا مگر ہم نے انکار کردیا اور کہہ دیا کہ اب ہم نے بریلی میں داخلہ لے لیا ہے۔

سوال :۔

حضرت مفتی صاحب یہ بتائیے کہ اس دور میں کیا مسلمان لڑکے اسکولوں میں مذہبی تحریکیں چلاتے تھے۔

جواب :۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے محلہ میں الگ اسکول ہوا کرتے تھے مگر چونکہ کھمریہ میں بولڈنگ والا مدرسہ تھا اور اس میں سب لڑکے پڑھتے تھے ہندو بھی اور مسلمان بھی اس لیے یہ واقع پیش آیا۔ گاؤں کے مدرسہ میں چونکہ سب مسلمان لڑکے پڑھتے تھے اس لیے اس زمانے میں اتنی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

سوال :۔

کوئی ایسا واقعہ سنائیے جس کے ذریعے سے اعلی حضرت سے بچپن میں

آپ کا تعارف ہوا ہو۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اس سے متعلق ایک واقعہ سنایا کہ بریلی میں مرض طاون پھیل گیا۔ یہ مرے ہوئے چوہوں کے سڑنے کی وجہ سے پھیلتا ہے ۔ چونکہ مرے ہوئے چوہے پڑے رہتے تھے اس لیے مرض پھیل گیا۔ اس وباء کو روکنے کے لیے گورنمنٹ انجکشن لگارہی تھی اور اتفاق سے یہ مہینہ رمضان کا تھا۔ لڑکے انجکشن کا نام سن کر ڈرنے لگے کیونکہ وہ سوچتے تھے کہ اتنی بڑی سوئی کس طرح جسم میں لگائی جائے گی اور پہلے کبھی لگوایا نہیں تھا تو یہ بات تو مشکل لگتی تھی تو لڑکوں نے کہا کہ انجکشن نہیں لگوائیں گے مگر ماسٹر نے کہا کہ نہیں میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ سب کو انجکشن لگوائے جائیں گے تو اس وقت لڑکوں نے کہا جناب فتوی لیا جائے کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ چونکہ ہم کہیں جاتے تو تھے نہیں مسجد چونکہ قریب میں تھی اور اسی مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے اور اعلی حضرت کے واقعات میں بھی یہ ہے کہ اعلی حضرت نے نومالہ مسجد میں قیام فرمایا اور جب جاتے تھے تو نومالہ مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے ۔ ۔ وہ لڑکے بریلی شہر کے تھے وہ فتوی لینے گئے اور بریلی سے فتوی لائے تو ہم نے پوچھا کہ کہاں سے فتوی لیا تو کہا کہ بڑے مولوی صاحب سے لائے ہیں اتنی بات طالب علمی کے زمانے میں سنی تھی چونکہ اس وقت اعلی حضرت کو بڑے مولانا صاحب کہا کرتے تھے ۔ اس فتوی کو ہیڈ ماسٹر نے دیکھ کر کہا کہ جب بڑے مولوی صاحب نے لکھ دیا پھر تو نہیں لگ سکتا۔ یہ تذکرہ اعلی حضرت کا میرے سامنے ہوا تھا۔ اور پھر جب باقاعدہ دینی علوم شروع کیے تو اعلی حضرت کے شاگردوں اور خلفاء سے علم حاصل

کیا تو ہر وقت یہ حضرات اعلیٰ حضرت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے تو اس طرح اعلیٰ حضرت سے تعارف ہوا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیں کہ آپ کو کس کس نے خلافت عطا فرمائی۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مجھے حجتہ الاسلام سے خلافت نہیں ملی صرف مفتی اعظم کی خلافت ہے۔ لیکن حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں جب بریلی منظر الاسلام میں تھا تو ہر وقت حضرت حجتہ الاسلام سے ملاقات ہوتی رہتی تھی اور استفادہ بھی ہوتا رہا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ نے منظر الاسلام میں کتنی مدت تعلیم حاصل کی۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے مدرسہ منظر الاسلام میں تقریباً دس سال تک پڑھا ہے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب جب آپ منظر الاسلام میں مدرس کے طور پر آئے تو آپ کو کیا ذمہ داری دی گئی۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب میں منظر الاسلام میں تدریس کے لیے بیٹھا تو مجھے اوپر کی کتابیں دی گئیں حضرت مولانا سردار احمد صاحب دوسرے نمبر پر آتے ہیں ۔ اس وقت مولانا سردار احمد صاحب منطق کی اوپر کی کتابیں پڑھاتے تھے ۔ میں اور علامہ ازہری صاحب ہم دونوں ایک ساتھ مدرسہ میں تھے اس کے بعد ہم نے باربار اصرار کر کے مولانا سردار احمد صاحب کو حدیث شریف پڑھانے پر آمادہ کیا وہ انکار کرتے رہے مگر ہم نے یہ ہی درخواست کی کہ آپ حدیث شریف پڑھائیں ان کی دلچسپی منطق میں تھی وہ منطق زیادہ پڑھایا کرتے تھے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ منظرالاسلام میں نظام تعلیم میرے پاس تھا۔ کتابوں کی تقسیم اور کتابوں کی خریداری سب نظام میرے پاس تھا اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے سب سے پہلے ترمذی شریف پڑھانا شروع کی ایک دو سال تک حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے ترمذی کا درس دیا اس کے بعد جو محدث حدیث شریف پڑھاتے تھے وہ چلے گئے اور پھر حدیث شریف مکمل طورپر حضرت مولانا سردار احمد صاحب نے پڑھائی وہ حدیث شریف میں بہت محنت کرتے تھے ۔ اور اس مقام پر پہنچے کہ محدث اعظم پاکستان کہلائے ۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مفتی اعظم قبلہ نے مجھے جو سند دی ہے اس پر یہ تحریر موجود ہے کہ جعلتہ نائب صدرالمدرسین والئن نہ حقیق للصدارہ ہم نے ان کو نائب صدر مدرس کیا ہے مگر یہ لائق ہیں صدر مدرس ہونے کے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کیا آپ نے ضلع بریلی میں کوئی مناظرہ کیا ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بریلی ضلع ہی میں ایک تحصیل ہے مینھتر وہاں شیعوں کی آبادی زیادہ ہے اور شیعہ ہی زمیندار ہیں اوراس کے قرب و جوار میں ایک گاؤں ٹانڈہ ہے ۔وہاں کے سنی لوگوں نے حضرت مفتی اعظم قبلہ کے پاس آکر کہا کہ حضرت غیر مقلد ہمیں آکر پریشان کرتے ہیں اور اپنا جال بچھا رہے ہیں اور آپ کسی عالم کو بھیج دیں تاکہ ان کے خلاف تقریر کرے تو انہوں مجھے بھیج دیا یہ گاؤں قریباً چودہ پندرہ میل کی مسافت پر ہوگا۔ لہذا میں گیا اور دو تین دن رہ کر تقریریں وغیرہ کر کے لوگوں کو مسائل بتائے اور واپس آگیا جب دوبارہ گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ مناظرہ کیا جائے خیر وہ عجیب قصہ ہوگیا۔ ہم نے کہا کہ کیسے کریں گے ؟ ہم نے ان لوگوں سے کہا جنھوں نے ہمیں بلایا تھا کہ ان کے مولوی کو یعنی غیر مقلدوں کے مولوی کو بلاؤ تاکہ مناظرے کی شرائط طے کریں اور مناظرہ کریں چنانچہ وہ لوگ ان کو بلانے گئے تو وہ آنے کو تیار ہوگیا تو مجھے ان لوگوں نے کہا کہ صاحب ان سے تین باتیں آپ پوچھیں یہ خاص اس کی اپنی ہیں اس کے بعد جو شرائط مناظرہ طے کرنا ہو کیجیئے گا۔ اول وہ کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے ، دوم وہ مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنواتا ہے سوم ایک دن یہ مسجد میں سویا ہوا تھا تو اس نے قرآن پاک کو زمین پر رکھ کر تکیہ بنایا ہوا تھا یہ تین افعال اس کے ہیں یہ اس سے ضرور معلوم کیجیئے گا باقی آپ جو مناسب سمجھیں پوچھنا اور جب وہ آیا تو ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے مناظرہ بعد میں کریں مگر یہ تین افعال جو تمہارے گاؤں والے بتاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے ۔ یہ ہمیں بتاؤ تو کہنے لگا کہ صاحب میں تو کہتا ہوں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے ہم نے کہا کہ کیا دلیل ہے ۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ کیا دلیل دے گا کہنے لگا کہ بخاری میں حدیث شریف ہے کہ

حضور نے کھڑے ہو پیشاب کیا ہم نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا ایک مرتبہ ثابت ہے مگر تم نے یہ نہیں دیکھا کہ صحاح میں دوسری جگہ ایک حدیث ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ جو تم سے یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو وہ جھوٹا ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ حضرت عائشہ تو تمہیں جھوٹا کہتی ہیں تو کہنے لگا کہ وہ حدیث تو بخاری کی ہے۔ ہم نے یہ کہا کہ اگر تمہیں عقل ہوتی اور تم اہل حدیث ہوتے تو دونوں حدیثوں کا مطلب جمع کرتے تو اب تم دونوں حدیثوں کا مطلب بیان کرو تو کہنے لگا یہ تو ٹھیک ہے کہ کھڑے کو کر پیشاب کیا تو میں نے کہا کہ تم لوگ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ـــــــ نہیں ہے کہ تم نے حدیث پر عمل کیا لیکن ہم تو یہ بتاتے ہیں کہ تمہارے اہل حدیث ہونے کا مطلب اور کچھ ہے تو بولا وہ کیا ہے تو میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس لیے اہل حدیث ہو کہ تمہارا تذکرہ حدیث میں آیا ہے کہا کہ وہ کیسے میں نے کہا کہ بالکل آیا ہے۔ میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قوم پیدا ہوگی جو سفہاء ہوگی بیوقوف ہوگی اور بچوں کی سی باتیں کرے گی حدثاء الاسنان یاتو منکم باحادیث لم تسمعون انتم ولاابائکم وہ تمہیں.ایسی حدیثیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آبا نے ۔ میں نے کہا کہ تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جہاں حدیث میں کھڑے ہونے کی بات ہے وہاں اس کے ساتھ الفاظ اور کیا ہیں وہاں تو الفاظ ہیں کہ اتی سباطۃ قوم کوڑہ خانے میں حضور تشریف لے آئے تو وہاں بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں تھی اگر بیٹھتے تو کپڑے گندے ہونے کا خطرہ تھا اور ایک ہی دفعہ وہ واقعہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کی بناء پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا ۔ اس کو تو تم نے سنت قرار دیا اور جو عمر بھر عادی فعل تھا جو کبھی ترک نہیں کیا۔

اس کو تم نے چھوڑ دیا اور عائشہ نے جو کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والا بتانے والا جھوٹا ہے اس کو چھوڑ دیا یہ ہی تمہاری بیوقوفی کی بات ہے یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا اس کے بعد میں نے کہا اچھا دوسری بات یہ کہ تم مسجد میں حجامت بنواتے ہو کہنے لگا کہ ہاں حجامت بنواتا ہوں اس میں حرج کیا ہے میں نے کہا کہ اس میں حرج یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی بات کرنا مسجد میں نیکیوں کو اس طرح برباد کردیتی ہیں جیسے آگ لکڑیوں کو جلادیتی ہے۔ یہ تو گندگی ہے یعنی مسجد میں بال پھیلاتے ہو تو فوراً بولا کہ حدیث میں بات کرنے کی ممانعت ہے حجامت بنوانے کی کہاں ہے تو میں نے کہا کہ پھر تم وہی بیوقوفی کی بات کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک میں کہا گیا ہے فلا تقل لھما اف تو تم کہوگے کہ یہاں قرآن میں اف کہنے کو منع کیا گیا ہے جوتا مارنے کو منع نہیں کیا گیا تو میں جوتا مار رہا ہوں اف تھوڑی کہہ رہا ہوں اس پر بھی خاموش ہوگیا۔ پھر میں نے کہا کہ تیسری بات وہ بولا کہ میں نے نہیں کی کبھی قرآن کو تکیہ نہیں بنایا۔ تو پھر میں نے کہا کہ چھوڑو۔

مناظرے کے پوسٹر چھپے کہ روزانہ دس دن تک مناظرہ ہوگا جو کہ دس باتوں پر ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم دہلی سے مناظر لے کر آئیں گے یہ مناظرہ غالباً 42ء یا 43ء میں ہوا تھا پہلے تو یہ چلتا رہا کہ تاریخ طے کریں گے۔ ایک دن وہ سنی دوڑے ہوئے آئے کہ صاحب کل کا ٹائم دے دیا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ کل ہمارے مولوی آرہے ہیں غالباً یہ کہ آج آرہے ہیں اور وہ صبح صبح ہمارے پاس آگئے اور ٹرینیں جو جاتی تھیں وہ صبح جاتی تھیں اور وہ ٹرین صبح کو جاچکی تھیں۔ اب کوئی ٹرین جانے والی نہیں تھیں۔ میں نے مولانا سردار احمد صاحب سے کہا کہ آپ کو چلنا ہوگا آپ صدر ہوں گے خیر اب فکر یہ تھی کہ کیسے جائیں ہمارے رشتہ دار تھے ان کی کار تھی ان کے پاس آدمی بھیجا تاکہ

کار پر ہم جائیں تو وہ بھی نہیں ملے پھر بڑی مشکل سے ایک بس کرائے پرلی۔ بس میں ہم اور مولانا سردار احمد صاحب تھے اس کے علاوہ تیس پینتیس طالب علم بھی ساتھ ہو گئے اور بس بھر کے قافلہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ قصبہ میتھر کے لوگ ہمارے استقبال کے لیے حاضر تھے اور دوسرے فریق پیدل جا رہے تھے مناظرہ کی جگہ پہنچے اور سب باتیں طے ہوئیں اور تین دن مناظرہ ہوا ان لوگوں سے شرائط میں یہ لکھوالیا تھا کہ جو بات تم زبان سے کہوگے وہ لکھ کر دینا پڑے گی اور اگر تم مطالبہ کرو تو ہم بھی لکھ کر دیں گے۔جب مناظر بات کرے گا تو فوراً لکھ لی جائے گی جب کہ دوسرا فریق مطالبہ کرے گا۔ اور بھی بہت سی شرائط طے ہوئی تھیں۔ تین مسائل پر مناظرہ ہوا تھا اول فاتحہ، دوم حیات انبیاء، سوم علم غیب ۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ پہلے دن کس بات پر دوسرے اور تیسرے دن کس بات پر گفتگو ہوگی۔ بہرکیف تین دن مناظرہ ہوا چوتھے دن نہیں ہوا غالباً پہلے دن فاتحہ پر مناظرہ ہوا طرفین سے گفتگو ہوتی رہی آخر میں عاجز ہو کر اس نے کہا کہ یہ تو ہم مان لیتے ہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے اس پر ہم نے کہا کہ جب مان لیا تو لکھو تو کہا کہ لکھ کر نہیں دوں گا ہم نے کہا کہ تمہاری شرائط میں لکھا ہوا ہے کہ لکھ کر دیں گے تو کہنے لگا کہ مجھے جان سے قتل کردو مگر لکھ کر نہیں دوں گا گردن کاٹ لو مگر لکھ کر نہیں دوں گا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی اس بات سے لوگوں میں اشتعال پیدا ہو رہا ہے اور ہنگامے کا خطرہ ہے اور مناظرہ ختم ہونے کا بھی خطرہ ہے تو ہم نے کہا کہ تم نے تو سن لیا کہ ہم لکھوا کر اس لیے لے رہے تھے کہ ہم چلے جائیں گے اور یہ لوگ کہیں گے کہ نہیں صاحب مناظرہ ہم جیت گئے ہیں اس لیے تم تو گواہ ہو کہ ہزاروں آدمی سب کے سامنے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے مان لیا ہے ۔ دوسرے دن علم غیب پر مناظرہ ہوا انہوں نے بہت ادھر ادھر کی

باتیں سنائیں مگر ہم نے قرآن کی آیتیں سنائی اور آخر میں یہ بھی تسلیم کرلیا کہ صاحب میں مانتا ہوں کہ چھپی ہوئی چیزوں کا اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ کو علم دیا ہے تو ہم نے کہا کہ اسی کو علم غیب کہتے ہیں تو اس کو بھی تسلیم کرلیا تو بات ختم ہوگئی۔ تیسرے دن حیات انبیاء پر مناظرہ شروع ہوا تو وہاں شیعہ بھی بہت رہتے تھے شیعہ زمیندار تھے گاؤں کی بہت بڑی آبادی تھی۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ کچھ نہیں بن پڑا تو یہ سوچا کہ کم سے کم شیعوں کی حمایت تو حاصل کرلوں تو کہنے لگا کہ حضرت فاطمہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ سمجھتی تھیں انہوں نے بھی حیات نبی کو نہیں مانا تھا تو تم کیوں مانتے ہو میں نے کہا وہ کہاں ہے تو کہنے لگا جب ہی تو وہ ترکہ مانگنے گئیں تھیں جب انہوں نے ترکہ مانگا تو وہ مردہ مان رہیں تھیں تو میں نے سوچا کہ اگر یہاں یہ کہا کہ حضرت فاطمہ کا یہ فعل صحیح نہیں تھا تو شیعہ بگڑجائیں گے خیر میں نے تو اس کا کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے اپنی تقریر میں بار بار یہ کہا کہ صاحب جواب نہیں دیا۔ تو میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ لو بھائی سنو اس کا جواب ! اور میں نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ شہداء کا ترکہ تقسیم ہوگا کہ نہیں ہوگا جو شہید ہوگئے تھے شہدائے احد یا بدر وغیرہ شہداء تو جواب دیا کہ ہاں ان کا ترکہ تقسیم ہوگا تو میں نے کہا کہ قرآن میں ہے کہ ولا تقولوا لمن یقتل ـــــــــــ الخ قرآن نے شہداء کو زندہ کہا ہے اور پھر بھی ترکہ تقسیم کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترکہ کا تعلق حیات اخروی سے نہیں ہے دنیاوی حیات ختم ہو جانے کے بعد ترکہ تقسیم ہو جائے گا تو اس قول سے یعنی حضرت فاطمہ نے کہاں کہا کہ وہ حیات برزخی کی قائل نہیں ہیں اس بات کی قائل ہیں کہ حیات دنیاوی ختم ہوئی اس کے بعد حیات ہے تو وہ حیات شہداء میں بھی ہے اور انبیاء میں بھی تو انہوں نے حضور کے ترکہ کا مطالبہ کیا اس کا سرے سے جواب ہی نہیں دیا کہ مطالبہ ان کا

صحیح تھا یا نہیں ۔ اس کے بعد مجبوراً اور کچھ بن نہیں پڑا تو اس دن بھی مناظرہ ختم ہوگیا تین دن ہونے کے بعد اب چوتھے دن باغ میں مناظرہ ہونا تھا وہاں درخت وغیرہ کھڑے تھے ۔ ہم لوگ پہنچے تو وہ آیا ہی نہیں لوگوں نے کہا کہ وہ آتا ہی نہیں وہ کہتا کہ میں نہیں آوٴں گا۔ جب انکار کردیا تو ہم نے کہا کہ اچھا بھائی ہم وہاں آجاتے ہیں تو کہا کہ میں مناظرہ ہی سرے نہیں کروں گا ہم نے کہا کہ ابھی تو سات باتیں اور باقی ہیں مگر اس نے انکار کردیا اس طرح تین دن مناظرہ ہوا اور بعد میں ختم ہوگیا اس کے بعد حضرت مفتی اعظم قبلہ نے شہر کے معززین کا منظرالاسلام میں ایک اجتماع بلایا اس میں جبہ اور دستار دیا اور اپنے ہاتھ سے دستار بندی کرائی اور فرمایا کہ انہوں نے کامیاب مناظرہ کیا اس کے بعد بریلی میں مدرس کے طور پر پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد مناظرہ کہیں نہیں ہوا ہاں بنگال میں بہت دفعہ مناظرے ہوئے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ بتائیں کہ آپ کو مفتی اعظم نے کب خلافت دی تھی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بنگال جانے کے بعد دی تھی اور اپنے قلم سے لکھ کر دی تھی۔ مارواڑ میں کہیں آئے ہوئے تھے ۔ یہاں سے کوئی میمن جا رہے تھے ان کے ہاتھ بھیج دی تھی غالباً یہ 1956ء یا 1957ء کی بات ہے اس وقت میری عمر تقریباً چالیس سال تھی ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیں کہ کیا آپ اور دوسرے سنی علماء کرام

نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا یا نہیں؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں شروع ہی سے سیاسی جلسوں میں نہیں جایا کرتا تھا مگر جب پاکستان کی تحریک شروع ہوئی تو ہندوستان میں جو چھیالیس کا الیکشن ہوا تھا اس میں میرے ماموں (والدہ کے خالہ زاد بھائی) ان کو ضلع بریلی سے ٹکٹ ملا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بریلی میں مذہبیت زیادہ ہے اس لیے آپ وہاں جائیں اس لیے میں ان جلسوں میں گیا تھا اس کے علاوہ میں نے سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ پاکستان بنانے کے معاملے میں میں بالکل متفق تھا بلکہ بریلی میں جب اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے عرس کے موقع پر سب علماء کرام موجود تھے اس میں میرے والد قبلہ بھی تھے اور حضرت مولانا امجد علی صاحب اور مفتی اعظم سب ہی تھے حضرت علامہ ازہری بھی غالباً موجود تھے ۔ اس موقع پر ایک قرار داد پاس کر رہے تھے اس قرار داد کے الفاظ اب میں بھول گیا ہوں کہ کیا تھے لیکن اتنا مجھے یاد ہے کہ اس قرار داد میں پاکستان کے الفاظ نہیں لانا چاہتے تھے اس وقت میں نے کھڑے ہو کر اس قرار داد میں ترمیم کی تھی میں نے کہا کہ ہمارے سب بڑے بڑے علماء کرام جمع ہیں۔ میں نے کہا کہ جب تائید کرنا ہے تو پھر صاف صاف تائید کیوں نہیں کرتے ایسی تائید کیوں کریں جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو اور فائدہ بھی حاصل نہ ہو تو جو ترمیم میں نے کرائی وہ شائع کی گئی ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب محمد علی جناح کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ سنی علماء میں سے کوئی بھی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بنا اور نہ محمد علی جناح کی قیادت کو قبول کیا صرف سنی کانفرنس میں جو طے ہوا تھا کہ ہم مطالبہ پاکستان کی حمایت کرتے ہیں اس پر عمل کیا۔ جناح کے مطالبہ میں بھی یہ ہی تھا کہ مسلمانوں کے حق میں یہ ہی بہتر ہے کہ ملک تقسیم ہو جائے اگر تقسیم نہ ہوتا تو پورے ملک میں ہندو اکثریت ہوتی اور صوبوں کی اکثریت تو کسی کے کام نہ آتی نہ بنگال کے کام آتی نہ دیگر صوبوں کے۔ مرکز کی حکومت ہندوؤں کی ہوتی وہی صوبوں میں بھی اپنی اکثریت سے سب کچھ کرتے تو جو آج کل ہندوستان میں ہورہا ہے وہ ہی پورے پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا۔ نہ کوئی ملازمت ملتی اور نہ کوئی اور سہولت ملتی اور نہ آزادی ہوتی اس وجہ سے پاکستان کا بننا مسلمانوں کے مفاد میں تھا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیں کہ وہ کیا حالات تھے کہ پاکستان بننے کے بعد سنی علماء حکومت سے دور ہوتے چلے گئے اور پاکستان کے مخالف دیوبندی حکومت کے قریب ہوتے چلے گئے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں تو بنگال میں تھا مگر یہاں کے حالات ایسے تھے کہ ہمارے علماء خوشامد نہیں کرتے تھے اور دوسرے لوگ خوشامدی تھے اور اس سے ان کو سر پر اٹھایا گیا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ دیوبندی من حیث الجماعت پاکستان کے مخالف تھے۔ اس کے بعد 1946ء کے آخر میں جب یہ امید ہو گئی کہ اب پاکستان کا مطالبہ انگریز مان لیں گے تو ان

دیوبندیوں نے جن کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے وہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر اب پاکستان واقعی بن جاتا ہے تو دیوبندیت کا گزر پاکستان میں نہیں ہوگا کیونکہ ہم سب دیوبندی من حیث الجماعت پاکستان کے مخالف ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے فوراً میٹنگ بلائی اور اس میٹنگ میں یہ طے کرلیا گیا کہ کچھ آدمی پاکستان کی حمایت کرنے لگیں اور شبیر احمد عثمانی کو نکال کر پاکستان کی حمایت میں لگادیا تاکہ کم از کم وہ پاکستان میں اپنا مقام پیدا کریں اس طرح راغب حسن وغیرہ نے کلکتہ میں علماء کی ایک میٹنگ بلائی اور جمعیت علماء اسلام کے نام سے جماعت قائم کرلی اس میں سارے دیوبندی شریک ہوئے غیر مقلد بھی شریک ہوئے کوئی سنی عالم اس میں نہیں گیا تھا۔ اس پر پاکستان کے لیڈروں جناح ، لیاقت علی خان وغیرہ نے سوچا کہ چلو کچھ بھی نہیں تو ایک تو مل ہی گیا اس کو اتنا اونچا اچھالا کہ یہ دیکھو تمام مسلمان ہمارے ساتھ ہیں اب کوئی مکتبہ فکر ہم سے مخالف نہیں ہے اس طرح ان کو سر پر اٹھا لیا۔ عثمانی کو جو شہرت ملی ان کی اس پالیسی کی وجہ سے ملی کہ دشمنوں میں سے ہم کو ایک تو مل گیا اور انہوں نے پھر اور زیادہ کوشش کر کے اور زیادہ مقام حاصل کرلیا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب یہ جمعیت علمائے اسلام قائم کر چکے تو اس کے بعد مکالمۃ الصدرین ایک کتاب چھپی جس میں حسین احمد کا اور شبیر احمد کا آپس میں خط کتابت کا مکالمہ ہوا اس مکالمۃ الصدرین میں یہ سوال ہے کہ آپ پاکستان کی تائید کرتے ہیں مسلم لیگ کی تائید کرتے ہیں اور حسین احمد صاحب کانگریس کی تائید کرتے ہیں پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں تو آپ کی نظر میں حسین احمد کے بارے میں کیا حکم ہے وہ حق پر ہیں یا باطل پر ہیں؟ جواب اس نے عمدہ دیا کہا کہ جسے وہ حق سمجھتے ہیں اس کی تائید کرتے ہیں اور جیسے میں حق سمجھتا ہوں اس کی تائید کرتا ہوں اس نے جب بھی یہ نہیں کہا کہ

حسین احمد غلطی پر ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب دل سے چاہنے والے نہیں تھے اگر دل سے چاہتے تو کہہ دیتے کہ وہ غلطی پر ہے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ بنگال کب تشریف لے گئے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں مارچ 1948ء میں بنگال چلا گیا تھا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ کی شادی کب ہوئی تھی۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اپنی شادی کے بارے میں فرمایا کہ میری شادی 1945 میں ہو گئی تھی ہم پہلی مرتبہ بیوی بچوں کے ساتھ نارائن گنج چلے گئے تھے ۔وہاں پر ہمارے بھائی اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر تھے ان کی وجہ سے بہت آسانی تھی کچھ دن بھائی کے پاس رہے اس کے بعد ایک تین کمروں کا مکان گورنمنٹ سے مل گیا تھا اس میں رہتے تھے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کچھ تفصیل اپنے روزگار سے متعلق بھی بتایئے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم نے نوکری کے سلسلے میں مدارس سے پتہ کیا تو مدارس میں اس زمانے میں تیس چالیس پیسے تنخواہ تھی

اتنی تنخواہ میں تو گزارہ نہیں ہوتا تھا اس کے علاوہ دعوت کا ایک طریقہ تھا۔ ہم نے معلوم کیا دعوت کا کیا طریقہ ہے تو کہا کہ میلاد ہے فاتحہ ہے کسی صاحب کی فاتحہ پڑھ لی تو اس نے آٹھ آنے دے دیئے یا روپیہ اور میلاد پڑھ دیا تو کچھ دے دیا اس پر میں نے کہا کہ یہ کام میں نے طالب علمی کے زمانہ میں نہیں کیا اور نہ اس کو پیشہ بنایا۔ عجیب بات تھی کہ ہر بات کا پیسہ ملتا ہے قبر زیارت کا بھی پیسہ ملتا ہے۔

میں سفینہ بھی گیا تھا سفینہ وہاں کی بہت بڑی گدی ہے اس وقت پیر نثار احمد صاحب تھے۔ ان کے لڑکے نارائن گنج میں آئے ہوئے تھے اور اسٹیشن پر بیٹھے تھے ہمارے بھائی صاحب نے ان کو بیٹھے دیکھا تو سوچا کہ کوئی بہت بڑے عالم آئے ہوئے ہیں۔ توان سے جاکر بات کی وہ تو انتظار میں تھے تو انہوں نے انکے لیے ویٹنگ روم کھلوادیا ویٹنگ روم میں آپ کو جگہ دی اور بھائی نے ان سے بات کی اور کہا کہ میرے بھائی بھی ایک عالم ہیں انہوں نے کہا کہ کہاں ہیں بھائی نے کہا وہ آنے والے ہیں وہ کہنے لگے کہ جب وہ آجائیں تو ہمارے پاس بھیجنا اور ہم سے خط وکتابت کرتے رہنا ہمیں ایک سنی محدث کی ضرورت ہے جب میں آیا تو بھائی نے بتایا کہ ایسے ایک پیر صاحب آئے تھے یہ کہہ گئے ہیں۔

ان کے یہاں سالانہ عرس ہوا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ان کے یہاں عرس ہونے والا تھا اس کے اشتہارات بھیجے۔ بھائی نے کہا کہ اس موقع پر چلے جاؤ چنانچہ میں چلا گیا۔ وہاں راستہ بھی بڑی تکلیف کا تھا اسٹیمر اور ریلوے وغیرہ بھی نہیں تھی۔ راستے میں کھانے پینے کی بھی بڑی تکلیف تھی اور اگر کھانا ملتا بھی تھا تو بدبودار مچھلی ملتی تھی۔ خیر بڑی پریشانی کے بعد وہاں پہنچا۔ جب میں پہنچا تو وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوگئی جن کا نام مولوی

عبداللطیف تھا یہ صاحب کسی زمانے میں بریلی شریف میں منظرالاسلام میں مدرس رہے تھے یہ اچھے خاصے قابل آدمی تھے۔ یہ پہلے ہی سے پیر صاحب کے یہاں محدث تھے۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ آپ ٹھریئے بھی میرے یہاں اور کھانا بھی ہمارے ساتھ کھایئے گا۔ ان پیر صاحب نے بڑی زبردست عزت کی اور سینکڑوں عالم جو وہاں موجود تھے ان سے کہا کہ یہ بریلی شریف کے عالم ہیں جو علماء کا بہت بڑا مرکز ہے وہاں پر بڑے بڑے علماء رہتے ہیں اور کہا کہ ان کی بہت عزت کرو اور خدام سے کہا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرو تو ہم نے مولوی عبداللطیف سے منع کردیا اور کہا کہ پیر صاحب بہت اصرار کر رہے ہیں اس لیے ہم کھانا وہاں ہی کھائیں گے پھر شام کو وہاں جو طریقہ کار دیکھا تو ہم نے بمشکل اس میں سے چند لقمے کھالیے۔ پھر ہم نے مولوی عبداللطیف سے کہا کہ کل سے ہمارے کھانے کا انتظام کر لینا ہم کھانا آپ کے یہاں کھائیں گے۔ میں تقریباً تین دن تک وہاں پر رہا اور مولوی عبداللطیف کے ہی یہاں کھانا کھایا۔ پیر صاحب نے مدرسہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ ہمارے ناظم تعلیمات صاحب سے بات چیت کرلینا ہم نے ان سے مدرسہ کے بارے میں بات چیت کی آپ کے یہاں کا کیا طریقہ کار ہے تو انھوں نے کہا کہ یہاں کی کچھ شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ پیر صاحب جو فتوی لکھ دیں گے اس پر آپ کو دستخط کرنا پڑیں گے میں نے کہا کہ یہ بات تو کوئی عالم بھی نہیں کرے گا یہ تو جاہلوں کا کام ہے عالم تو یہ کہے گا کہ پیر صاحب نے لکھا ہو یا کسی طالب علم نے اگر صحیح ہے تو تصدیق کرے گا ورنہ نہیں یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہوا کہ عالم ہر بات کو صحیح مان لے ہم سے تو یہ نہیں ہو سکے گا۔ ایک آدھ بات اس نے اور کہی اور کہنے لگا کہ دیکھیے میں آپ کو ایک خاص بات اور بتاؤں وہ یہ کہ میں جب

کلکتہ میں تھا تو اپنے اندر جو ایک خاص نورانیت اور ایمان کا نور دیکھتا تھا یہاں آکر میں کمی محسوس کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ وہابیت کے بارے میں ڈھیلے ہیں ویسے سنی ہیں۔ کیونکہ وہ مہتمم صاف گو آدمی تھا اس نے صاف صاف بتادیا اس پر میں نے کہا مہتمم صاحب آپ تو مہتمم تھے اور میں مدرس ہوں گا جب آپ کا یہ حال ہے تو میرا کیا حال ہوگا تو یہ بالکل نہیں کرسکیں گے ۔ ہماری یہ گفتگو طالب علموں نے بھی سن لی تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ بریلی سے عالم آئے ہیں اب جب شام کو میں باغ میں سیر کرنے کی غرض سے نکلا تو دس پندرہ طالب علم بھی ہمارے پیچھے نکلے یہ سب باغات چھالیہ کے تھے جب تنہائی میں جاکر بیٹھے تو ان طالب علموں نے ہم سے وہابیت اور دیوبندیت کے بارے میں سوالات کیے تو میں نے ان کو تفصیل سے بتایا کہ یہ ان کے اور ہمارے عقیدے میں کیا فرق ہے اور فلاں کتاب میں انھوں نے یہ لکھا ہے تمام ان کے جتنے گندے عقائد تھے سب ان کو بتائے اس کا یہ اثر ہوا کہ طالب علموں نے وہ کتابیں پڑھیں اور پھر وہاں کے مدرسوں کو تنگ کرنے لگے اس کے بعد مدرسوں کو بھی اپنے رویہ میں کچھ تبدیلی کرنا پڑی اور پیر صاحب کو بھی۔ اگرچہ وہ پیر ان کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام میں رہے اور نظام اسلام میں بھی ۔ مگر پھر آخر میں آکر فاطمہ جناح کے الیکشن کے وقت ان کو سمجھ آئی کہ انھوں نے ہم کو مفت میں بیوقوف بنارکھا ہے تب ان سے علیحدہ ہو اور ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ ایک دفعہ آپ آئیں جب میں دوبارہ 1948ء میں گیا تو ہمیں محسوس ہوا کہ بہت تبدیلی ہوئی ہے ۔

روزگار کے سلسلے میں پہلے تو ہم نے بنگال میں جاکر کچھ اپنا کام شروع کیا اور اس کے بعد کچھ تجارت شروع کی ریلوے کا کچھ نیلام کا مال خریدا اس کو

بیچا پھر اس کے بعد آٹے کی چکی لگائی اور تیل کی گانی لگائی ۔ معلوم ہوا تھا کہ تیل کی گانی میں بہت فائدہ ہے اس زمانے میں تیل 5 یا 4 روپے سیر تھا۔ وہاں مدینہ آئل نام کی ایک گانی تھی اس کو بہت فائدہ تھا اس لیے لوگوں نے ہم کو بھی مشورہ دیااور ہم نے بھی پہلی مرتبہ تمام پیسے اس میں لگا دیئے ۔ میمنوں سے ہمارا تعارف ہو گیا تھا اس طرح کہ ان کے یہاں میلاد شریف تھااس میں میری ان لوگوں سے سلام دعا ہوگئی تھی غالباً وہ جن سے ملاقات ہوئی تھی آدم لمیٹڈ والے کے مینیجر تھے تو میں ان کے پاس گیا کہ صاحب ہم نے کچھ کرنا ہے اور یہ گانی لگائی ہے مگر پیسہ سب خرچ ہوگیا ہے آپ ہمیں کچھ رقم دے دیں اس کے بعد ہم آپ کو واپس کردیں گے انہوں نے بارہ تیرہ من سرسوں ہم کو دے دی اور ہم نے اس کا تیل نکلواکر اندازہ کیاکہ اس میں کتنا نفع ہے جب حساب کیا تو کھل اور تیل سب کا حساب لگانے کے بعد اندازہ ہوا کہ پانچ روپے سیر تیل ہمیں پڑا ہے اور بازار میں شاید ساڑھے چار روپے تھا بجائے فائدہ کے نقصان ہو رہا تھا۔ بڑے پریشان تھے کہ کیاکیا جائے ۔ ہم نے یہ چاہاکہ انہیں سے مشورہ کرتے ہیں ہم ان کے پاس گئے اورہم نے ان سے کہاکہ بھائی وہ تو بجائے فائدہ کے نقصان ہو رہا ہے توانہوں نے نوکر کو آواز دی کہ اندر سے وہ فلاں بوتل لاؤ وہ لے آیا ان صاحب نے ڈھکن کھولا اور میرے ہاتھ میں بوتل دی اور کہاکہ اس بوتل کو ناک کے قریب کریں مگر سونگھنانہیں میں نے وہ بوتل جب ناک کے قریب کی تو اس کی بدبو سے میری کھوپڑی اڑنے لگی میں نے فوراً وہ بوتل ہٹادی اس کے بعدوہ شخص کہنے لگا کہ یہ چیزہے جو تیل آپ کو کم قیمت کا کر دے گی کہ آپ تلی اور کسی دوسری چیز کا تیل لیں اور اس میں سے تھوڑی سی مقدار اس تیل میں ملالیں اور پھر جو بھی اس تیل کو دیکھے گا اصلی تیل تصور کرے گا اس طرح آپ کو فائدہ ہوگا۔ میں

نے کہا کہ اس کی بدبو سے میری کھوپڑی اڑ رہی ہے تو جو لوگ اسے کھائیں
گے ان کی آنتیں اڑ جائیں گی میں ایسی تجارت نہیں کروں گا وہ سب چیز فروخت
کردی اور وہ کام چھوڑ دیا بعد میں تیل کی گانی بند کردی۔

چٹاگانگ کے لوگوں نے ایک دارالعلوم کھولا۔ وہاں کے لوگ ایک پیر
صاحب کے مرید تھے پیر صاحب کا نام حضرت مفتی صاحب نے سعید احمد بتایا وہ
پیر صاحب یہاں پاکستان میں ہری پورہزارہ میں رہتے ہیں ان کا یہاں بھی مدرسہ
ہے جامع رحمانیہ ہری پور یہ پیر صاحب ایک زمانہ میں رنگون (برما) میں امام رہے
تھے اور چٹاگانگ کے لوگ رنگون میں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے ۔
تاجروں کے کچھ لوگ ان کے مرید ہوگئے تھے ۔ پاٹیشن کے بعد جب
پیرصاحب پاکستان آگئے تو اب یہ وہاں اپنے مریدین کے یہاں چٹاگانگ ملاقات
کے لیے جاتے تھے ۔ انہوں نے اپنے مریدین سے کہا کہ ایک مدرسہ قائم کرو
وہ مریدین مالدار لوگ تھے انہوں نے فوراً مدرسہ قائم کردیا ایک عمارت بنائی
تقریباً پانچ چھ لاکھ روپیہ لگا کر امجدیہ سے بھی بڑی بلڈنگ بنائی تھی۔ چونکہ قبل
ازیں چٹاگانگ کے لوگ بریلی میں پڑھنے جاتے تھے وہاں میرا ایک شاگرد تھا
جس کا نام محمد ادریس تھااس نے مجھے خط لکھا کہ ایک دارالعلوم یہاں بن رہا
ہے مگر اب تک تعلیم شروع نہیں ہوئی بلڈنگ بہت شاندار بن گئی ہے آپ
ایک درخواست ملازمت کے لیے لکھیں۔ میں نے اپنے شاگرد کو لکھا کہ میں
درخواست دے کر ملازمت نہیں کروں گا اگر ان لوگوں کو ضرورت ہے تو آئیں
میں خود خواہش مند ہو کر نہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد ان پیر صاحب کا ایک خط
میرے پاس آیا کہ ہم نے ایسا ایسا ایک مدرسہ قائم کردیا ہے اور ہم نے بہت
معلومات کی ہیں مگر اس کو چلانے کے لیے بنگال میں کوئی نہیں ہے جو صحیح
طریقہ سے مدرسہ کو چلا سکے اس لیے ہم آپ کو یہ خط لکھ رہے ہیں۔ پیر

صاحب نے پہلے ہی خط میں یہ لکھ دیا کہ ہم نے یہ مدرسہ بنادیا ہے اور ہم آپ کو خبر دے رہے ہیں اگر آپ نہ گئے اور مدرسہ میں وہابی گھس گئے تو ہم قیامت کے دن پکڑے جائیں گے اور لکھا کہ چٹاگانگ کے لوگ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ اس مدرسہ کی خدمت کے لیے تیار ہو جائیں۔

اس کے بعد چٹاگانگ کے لوگوں کا خط آیا تو میں نے ان کو لکھا کہ آپ لوگ آئیں بات کریں گے پھر وہ لوگ میرے پاس آئے۔ ان سے بات کی انہوں نے سب حالات بتائے میں نے کہا کہ اچھا وہاں آکر حالات دیکھ کر بتاؤں گا چنانچہ وہ رمضان کا مہینہ تھا انہوں نے کہا کہ آئیے میں گیا اور جاکر دیکھا واقعی عمارت انہوں نے بڑی اچھی بنائی تھی پھر ان لوگوں نے تقریر بھی کروائی اور وہاں کے ایک مولانا فرقان نامی صاحب دارالعلوم کے محدث تھے انہوں نے مسئلہ بھی پوچھا کہ صاحب قیام کی کیا دلیل ہے تو میں نے مسئلہ بتادیا پھر ان لوگوں نے میٹنگ کی اور کہا کہ ٹھیک ہے ان لوگوں نے کہا کہ صاحب آپ تنخواہ کیا لیں گے حالانکہ وہ لوگ جتنے حاجت مند ہو کر میرے پاس آئے تھے اس لیے میں جتنی بھی تنخواہ مانگتا وہ دیتے کیونکہ ان کے پیر صاحب نے ان کو حکم دیا تھا مگر میں نے ان کو یہ ہی جواب دیا کہ دیکھو میں مذہب کے معاملہ میں سودا کرنا اچھا نہیں سمجھتا میں خدمت کروں گا آپ مجھے میری ضرورت کے لائق تنخواہ دینا مگر بہرصورت میرا گزر ہونا چاہیے اور رہنے کا مکان آپ کو دینا ہوگا انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو 200 سو روپیہ تنخواہ دیں گے اور ایک کچا مکان دکھایا کہ فی الحال اس کو ٹھیک کرادیتے ہیں اس کے بعد آپ کو پکا مکان بناکر دیں گے اور سب باتیں طے کر لیں مگر میں نے ان سے یہ کہا کہ میں ایک بات آپ کو بتادیتا ہوں کہ آپ لوگ سب ہیں مالدار یہ بات یاد رکھیں کہ میں آپ کے دروازے پر کبھی نہیں آوں گا آپ حاجت مند ہیں اگر آپ کو

میرے گھر آنا ہو آپ آئیں مگر میں آپ کے دروازے پر کبھی نہیں جایا کروں گا یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کا خوشامدی بن کر رہوں گا یہ کبھی نہیں ہوگا اگرچہ آپ کے پاس دولت ہے مگر علم سب سے بڑی دولت ہے ۔ یہ باتیں تو میں نے صاف صاف کہہ دیں اس کے بعد تاریخ طے کر لی اور میں نے وہاں ملازمت کرلی۔ تعلیم ابھی شروع نہیں ہوئی تھی مدرسہ کے افتتاح کے لیے پیر صاحب بھی یہاں آگئے پیر صاحب نے میری بہت عزت کی حالانکہ ان کی عمر 100 سال سے زیادہ تھی۔ جب میں آتا تو دور سے دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور جب میں جاتا تو دروازے تک چھوڑنے جاتے تھے اور اپنے مریدین سے کہا کرتے کہ ان کی بڑی عزت کریں یہ بہت بڑے عالم ہیں اور بہت تعریف کرتے تھے علمی سوالات بھی کبھی کبھی کرتے تھے اور لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ ایسا عالم تم کو پھر نہیں ملے گا ان کی قدر کرو ناراض نہ ہو جائیں۔

پھر انہوں نے بتایا کہ ہم نے آپ کا پتہ کیسے چلایا کہنے لگے کہ جب ہم نے یہ مدرسہ بنالیا تو ہم نے کہا کہ یہاں تو کوئی عالم نہیں ہے ہم پاکستان سے عالم بھیجیں گے لہٰذا وہاں ہم نے تلاش شروع کی مگر کوئی نہیں ملا۔ مولانا عارف اللہ صاحب اس زمانے میں پنڈی میں تھے ۔وہ اس زمانے میں ہری پور رحمانیہ میں جلسوں میں جایا کرتے تھے ۔ مولانا عارف اللہ صاحب کے پاس پیر صاحب نے اپنے بیٹے طیب کو بھیجا اور ان سے کہا کہ بنگال کے لیے ایک عالم چاہیے اس پر انہوں نے کہا کہ وہاں بنگال میں ہی ایک عالم موجود ہیں مگر ان کا پتہ ہمیں معلوم نہیں وہ یہ کام کر سکیں گے وہ بریلی میں تھے میں کوشش کرتا ہوں اگر پتہ معلوم ہو جائے گا تو میں تمہیں اطلاع دوں گا اتفاقی بات تھی کہ میرے چھوٹے بھائی ملٹری میں ملازم تھے ان کی پوسٹنگ پنڈی میں تھی وہ جمعہ کے دن

جامع مسجد میں نماز کے لیے گئے وہاں پر عارف اللہ صاحب امام تھے یہ امام صاحب سے ملاقات کرنے چلے گئے جب ملاقات کی اور اپنا تعارف کرانے کے لیے میرا نام لیا کہ میں ان کا بھائی ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے تو ان کے پتہ کی سخت ضرورت ہے اچھا ہوا کہ آپ آگئے آپ ان کا پتہ بتادیں تو مولانا عارف اللہ شاہ صاحب نے ہمارا پتہ ان سے لیا اور پیر صاحب کو لکھ دیا یہ واقعہ پیر صاحب نے ہم کو سنایا کہ ہم تک آپ کا پتہ انہیں کیسے پہنچا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ بتائیے کہ چٹاگانگ کے اس دارالعلوم کا نام معلوم کیا تھا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ پیر صاحب نے اس دارالعلوم کا نام دارالعلوم احمدیہ رکھا تھا مگر میں جب گیا تو میں نے کہا کہ لوگ اس کے نام سے قادیانی ہونے کا شبہ کریں گے اس لیے میں نے اس کا نام احمدیہ سنیہ رکھا اس کے بعد اس میں پڑھائی شروع ہوئی یہ واقعہ 1954ء کا ہے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ نے دارالعلوم احمدیہ سنیہ چٹاگانگ بنگال میں کس طرح تعلیم کا آغاز کیا اور وہاں کا تعلیمی معیار کیا تھا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ چٹاگانگ کے دیگر مدرسوں کا تعلیمی معیار بہت پست تھا وہاں گورنمنٹ کا ایک کورس عالیہ کہلاتا تھا وہ پڑھایا جاتا انگریزوں نے اس کا ستیاناس کردیا تھا مدرسہ عالیہ کلکتہ میں کھولا تھا اس کے

کورس میں کچھ بھی نہیں تھا، کتابیں بالکل کم کردی تھیں اس کی تعلیم پر کسی قابلیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھالیکن اس کی سند کی وقعت تھی کیوں کہ گورنمنٹ کے یہاں پڑھایا جاتا تھا۔ میں جب گیا تھا تو میں نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ آپ کو مدرسہ کیسا قائم کرنا ہے اگر ایسا قائم کرنا ہے جیسے سینکڑوں کھلے ہوئے ہیں تو اور بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ مگر آپ دیکھتے ہیں مدرس کسی کو نہیں ملتا عالم کوئی نہیں ملتا لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ مدرس نہیں ملتا آخر ہر سال سینکڑوں فاضل کا امتحان دیتے ہیں مگر علماء کی پھر بھی کمی ہے اگر ایسا مدرسہ قائم کرنا ہے تو بے کار قوم کا پیسہ ضائع کرنا ہے اگر آپ کو مدرسہ کھولنا ہے تو پھر ایسا کھولو کہ اس سے علماء فارغ ہوں اور مدرسین پیدا ہوں پھر تو صحیح ہے اگر ایسا کرنا ہے تو آپ کومدرسہ میری رائے پر چھوڑنا ہوگا تب تو میں مدرسہ چلاؤں گا ورنہ مجھے کوئی ضرورت نہیں آپ جانے آپ کا کام ۔ وہ لوگ کہنے لگے ہم نے ایسا مدرسہ قائم کرنا ہے جہاں لوگ مکمل طورپر علم حاصل کریں اور ہندوستان جانے کی ضرورت نہ ہوکیوں کہ یہاں سے لوگ ہندوستان جاتے ہیں اور وہاں سے قابل بن کر آتے ہیں اب ہم یہاں پر ہی ایسا مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں یہ بات طے ہوئی تھی اس لیے میں نے جو کورس بنایا تھا وہ وہی درس نظامی کا تھاجو بریلی وغیرہ کا تھااور میں اس مدرسہ کا پرنسپل بھی تھا۔

ادھر ایک بڑے مزے کی بات ہوئی ہم جب پہنچے سوچا کہ اب مدرسہ شروع کرنا ہے تو اشتہارمیں دیاکہ ہم کواچھے تجربہ کار مدرسوں کی ضرورت ہے اور تمام مدارس سے زیادہ تنخواہ دیں گے اگرچہ تنخواہ کا کوئی تعین نہیں کیا تھامگر تمام مدارس سے زیادہ ہمارے اسکیل تھے میرے خیال سے ستّر کے قریب درخواستیں آئیں ۔ سپرنٹنڈنٹ صدر مدرس کو کہتے تھے ۔ درخواست دینے میں ایسے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے جن کی سروس دس سے پندرہ سال تھی اور ان کا انٹرویو

لیا گیا۔ کمیٹی والے حیرت میں تھے کہ آپ کر کیا رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے ان کو لکھا آپ فلاں تاریخ کو آئیں دو دن انٹرویو ہوگا۔ اے گریڈ کے لیے پانچ کتابیں تھیں اور بی گریڈ کے لیے چار کتابیں تھیں ان کتابوں میں سے آپ کی مرضی جس جگہ سے آپ چاہیں عبارت پڑھ کر اس کا مطلب بتائیں۔ عبارت کو منتخب کرنا آپ کا کام ہے آپ تیاری کر کے آئیں اور جہاں سے آپ چاہیں اس کتاب کو پڑھ کر مطلب بتائیں۔ کمیٹی والے یہ کہتے تھے کہ صاحب یہ لوگ تیاری کر کے آجائیں گے ہم نے کہا کہ تیاری کر کے آجائیں اس میں کیا ہے ہم نے تو مدرس میں دو چیزیں دیکھنی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی قابلیت کیا ہے اور دوسرا یہ کہ سمجھانے کی کس قدر صلاحیت رکھتا ہے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ان میں افہام کی قوت کتنی ہے اس سے یہ تو اندازہ ہو جائے گا کہ کتاب کو کیسا سمجھا سکتے ہیں ہم نے سمجھا کہ یہاں کہیں بنگالی کا سوال نہ پیدا ہو جائے یہ سب تو ہیں بنگالی اور باہر سے آکر بہاری نے ہم سب کو نا قابل قرار دے دیا تو ہم نے تین آدمیوں کا ایک بورڈ بنایا اس بورڈ میں ایک میں تھا اور ایک شیر بنگال اور ایک مولانا فرقان صاحب تھے جن سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی وہ چٹاگانگ کے ایک مدرسہ کے محدث تھے۔ درخواست دینے والوں میں سے 39 آدمی انٹرویو دینے آئے پوچھا تو صرف میں نے وہ دونوں تو تماشائی بنے رہے۔ دو دن تک انٹرویو رہا تو ہمیں تعجب ہوا کہ ایک آدمی بھی ایسا نہیں کہ جس نے دو چار سطر عبارت بغیر غلطی کے پڑھی ہو اس میں اعراب کی غلطی نہ کی ہو اور مطلب جو بتایا وہ بھی عجیب عجیب تھا۔ ایک صاحب نے انا اعطینک الکوثر کی تفسیر نکالی اور پڑھ کر سنادی تو ہم نے ان سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ذبحہ اور نحر میں کوئی فرق ہے یا کہ نہیں کہا کہ دونوں ایک ہی مطلب رکھتے ہیں تو یہ بھی نہیں معلوم۔ بہر کیف جو بات بھی پوچھی صحیح نہیں بتائی۔ شیر بنگلہ صاحب عالموں کو

ویسے بھی جاہل وغیرہ بتاتے تھے مگر اس کے بعد پھر یہ بتایا کرتے تھے کہ جاجاکر احمدیہ سنیہ میں انٹرویو دے کر آتا کہ پتہ چلے کہ تو عالم ہے ۔ بہرکیف ہم نے ان میں سے جو اچھے تھے وہ چھانٹ کر رکھ لیے تھے پھر بعد میں ہم نے ان سے کہا کہ دیکھو بات یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مدرس کلاس میں جاکر کوئی غلط بات نہ کہے کہ جس کی وجہ سے اس کی بے عزتی طالب علموں میں ہو جائے تو تم ایسے کرو کہ روز صبح کو ہمارے پاس آجایا کرو جو عبارت تمہاری سمجھ میں نہ آئے وہ آکر پوچھ لیا کرو اور بالکل مطمئن ہو جاؤ کہ اس عبارت کو ہم بالکل صحیح سمجھ گئے ہیں اس کے بعد کلاس میں جانا۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہم یہ معمولی بات پوچھنے جائیں تو یہ ہم کو مدرسہ سے نکال نہ دیں یہ نہیں بالکل جو تمہارا جی چاہے پوچھ لیا کرو پھر بھی ہم کبھی باہر کھڑے ہو کر درس سنتے تھے کیا کیا پڑھا رہے ہیں اور کبھی پاس بھی چلے جاتے تھے ۔ ایک صاحب جن کو بہت ہی قابل سمجھ کر رکھا تھا انہوں نے تو حد کردی ایک مرتبہ کلاس میں سے بھاگتے ہوئے آئے اور کہنے لگے صاحب ایک بات تو بتادیں ۔ وہ نورالانوار پڑھا رہے تھے کہ یہ قضی زید کیا ہے یہ دو فعل کس طرح ایک ساتھ آئے تو ہم نے کہا ارے بندے خدا یہ تو قضی زیدٌ ہے یہ تو قرآن کی آیت ہے کہنے لگے زید کا ذکر قرآن میں کہاں ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا ہے کہ فلما قضاء زیدٌ یہ حال تھا بعد میں جب مدرسین نے محنت شروع کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے سال میں اوپر کے لڑکوں نے گورنمنٹ کا جو امتحان دیا اس میں ایک لڑکا تھا سراج وہ اس امتحان میں پورے صوبے میں فرسٹ آیا تفسیر جلالین میں نے پڑھائی تھی۔ اس کے تین سال گزرنے کے بعد گورنمنٹ کا نوٹس آیا تو ہم نے کہا کہ گورنمنٹ سے تعلق نہیں رکھیں گے اگر لڑکے امتحان دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ ہمارے لڑکوں نے گورنمنٹ کے کورس سے زیادہ پڑھ لیا تھا۔ انہوں

نے مولوی کا امتحان دیا آپ کو تعجب ہوگا کہ ہمارے بارہ لڑکوں نے امتحان دیا تو بارہ کے بارہ فرسٹ ڈویژن آئے اور ان میں سے گیارہ کو 20 روپیہ مہینہ اسکالر ملا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا تو کمیٹی والے دیکھ کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ آج تک ایسا نتیجہ تو کسی کا نہیں آیااور تمام مدرسہ والوں نے بھی تسلیم کرلیا کہ واقعی وہاں پڑھائی ہو رہی ہے اس کے بعد کمیٹی والوں نے بیڑا غرق کردیا کہنے لگے کہ نتیجہ اتنا اچھا ہوا مگر ہمارا نام تک نہیں آیااس پر میں نے کہا کہ بھائی تمہیں نام سے کیا واسطہ کام اچھا ہو رہا ہے جو اچھا کام ہوا آپ کا ہی ہے ۔ اگر آپ کا نام نہیں آیا تو کیا ہوا لڑکے جس علاقہ کے پڑھتے ہیں اس علاقہ میں تو شہرت ہوگی کہ دیکھو ہمارے بچے فرسٹ آئے ہیں۔ اور دوسرے مدرسوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ احمدیہ سنیہ کے لڑکوں کی تعلیم اچھی ہے تو کہنے لگے کہ نہیں صاحب اگر گورنمنٹ سے ہمارا تعلق ہوتا تو گورنمنٹ امداد بھی دیتی اور شہرت بھی ہوتی میں نے ان کو سمجھایا کہ ایسا مت کرو ورنہ مدرسہ برباد ہو جائے گا اس وقت پیر صاحب کا انتقال ہوچکا تھا پیر صاحب کے لڑکے طیب صاحب جب آئے تو مریدین نے انہیں سمجھایا کہ نصاب بدل کر گورنمنٹ کا نصاب رکھ دیا جائے۔ انہوں نے مجھ سے بات کی تو میں نے کہا اگر مدرسہ کو برباد کرنا ہے تو ایسا کریں میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ ایسا مدرسہ قائم کرنا ہے تو یہ ہی بہتر ہے ۔ خیر طیب صاحب مدرسہ میں آئے میں اس وقت پڑھا رہا تھا تفسیر بیضاوی یہ اوپر کی کتاب ہے جو نصاب کے بغیر ہے تو انہوں نے ایک طالب علم سے کہا کہ پھر سے پڑھو تو جو آج میں نے پڑھایا تھا ایک بھی عبارت اس میں سے صحیح نہیں پڑھی میں نے کہا یہ ابھی پڑھایا ہے آپ کے سامنے ۔ انہوں نے کہا کہ ان میں اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے کہ عبارت تک صحیح کرلیں حالانکہ انتہائی کتاب ہے۔ اس پر ہم نے کہاان کو گھول کر تو نہیں پلاسکتے ۔ ہم کیا کریں ۔ اس کے بعد

میں نے کہا اچھا آپ ہمارے دوسرے درجوں کو دیکھیے ہمارے بچے تو نیچے سے
پڑھتے رہے تھے وہاں گئے وہاں جاکر انھوں نے جن لڑکوں سے سوالات کیے۔
انھوں نے سب جواب دے دیئے تو کہنے لگے کہ ہمارے لڑکے تو ان سے
بہت اچھے ہیں اس پر میں نے کہا کہ یہ ہی حال ہے اگر آپ پھر بھی وہی
گورنمنٹ کا نصاب پڑھائیں گے تو پھر وہی مہمل ہوں گے جیسے وہ مہمل ہیں۔
آپ کے بچے تو اچھے چل رہے ہیں۔ اس کے بعد ایجوکیشن سیکریٹری آیا
بنگالی تھا اس وقت منعم خان گورنر تھے یہ بڑے لوگ تھے انھوں نے
سیکریٹری کو بھیج دیا کہ تم جاکر دیکھو مدرسہ کیسا چل رہا ہے انھوں نے آکر
دیکھا۔ کہنے لگے کہ دیکھو ہم دو ساتھی تھے ہم نے انگریزی پڑھی اور انھوں نے
عربی وہ آج تک مسجد میں مولانا بنے بیٹھے ہیں اپنی فوقیت دیکھانے کے لیے
باتیں بتارہے تھے اور کمیٹی والے خاموش بیٹھے رہے اور وہ بات کرتے رہے کہ
لڑکے عربی پڑھ کر بالکل ناکارہ ہوتے جارہے ہیں میں نے کہا دیکھو بات یہ ہے
کہ آپ جو کہتے ہیں صحیح ہے اور ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں اصل میں ہم نے اسی
وجہ سے یہ مدرسہ قائم کیا ہے کہ ہم آپ کو یہ دیکھائیں کہ عربی پڑھنے کے
بعد کتنے قابل ہو جاتے ہیں اور جو لوگ مکمل طور پر تعلیم نہیں حاصل کرتے ہیں
وہ مہمل رہ جاتے ہیں جیسا کہ آپ نے اندازہ لگایا ہے ہمارے لڑکوں کو آپ
دیکھیں کہ وہ ہر فن میں ماہر ہیں تو انھوں نے لڑکوں کو بلایا اور لڑکوں سے اردو بنگلہ
انگریزی تینوں زبانوں میں سوال پوچھے اور تینوں کی کاپیاں منگوا کر ان کی لکھائی
دیکھی تو کہنے لگا کہ بھائی ایسا تو میں نے کسی اسکول میں بھی نہیں دیکھا یہ لوگ
مدرسہ میں اتنے اچھے انداز میں بنگلہ انگریزی اور اردو ہر زبان میں اچھے انداز سے
جواب دیتے ہیں اور خوش خط لکھتے ہیں میں نے کہا کہ یہ ہی پیدا کرنا چاہتے
ہیں ہمارا جو عالم ہوگا آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ یہ مہمل ہے۔ یہ مرحلہ طے

بھی ہوگیا اب ان لوگوں نے اس شخص کو تو سمجھا دیا اور کہا کہ ہمارے بچے سب اچھے ہیں مگر میٹنگ میں آکر پھر یہ ہی کیا کہ صاحب نصاب کو بدل دیا جائے ہم نے کہا تم جانوں ہم کیا کرسکتے ہیں بس کمیٹی نے یہ طے کردیا اور مجھے یہ بڑا ناگوار گزرا مگر مجھے یہ معلوم تھا کہ اس میں جھنجھٹ ہے جب یہ گورنمنٹ سے کام کریں گے تو گورنمنٹ کی شرائط بڑی سخت ہیں ہر جماعت میں اتنے لڑکے ہونا چاہیے اتنے مدرس ہونا چاہیے۔ کتابیں اتنی ہونی چاہیے یہ تمام باتیں گورنمنٹ کی جانب سے ہوں گی بورڈ جو شرائط دیتا ہے اور جن مدرسوں کو گورنمنٹ امداد دیتی ہے اس کو کوئی مدرسہ بھی صحیح حساب نہیں دکھا سکتا پچاس سے زائد کسی کے پاس لڑکے ہی نہیں ہوتے تھے جب دیکھا کہ انسپکٹر آنے کو ہے تو دوسرے مدرسوں سے لڑکوں کو منگوالیا اور لڑکے دکھا دیئے جب کہ حکومت کی جانب سے ایک خاص تعداد ہوتی تھی اور مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ سب کچھ کرنا ہے۔ لہذا میں نے کمیٹی کے سیکریٹری جوکہ ڈاکٹر تھے ان سے کہہ دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس میں کیا ہوگا لہذا میں آپ کو صاف بتائے دیتا ہوں کہ میں نہ تو کوئی جھوٹ بولوں گا اور نہ ہی جھوٹا رکارڈ رکھوں گا اور نہ ہی میرے سامنے جھوٹ بولنا۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر جو مرضی ہے کرنا اور نہ میں جھوٹ بات مانوں گا۔ جب انہوں نے گورنمنٹ کودرخواست دے دی کہ ہمارا حساب کلیر ہے تو انسپکٹر نے تاریخ مقرر کردی اب کمیٹی کے سیکریٹری میرے پاس آئے کہ انسپکٹر آنے والا ہے رکارڈ وغیرہ سب ٹھیک کرادیجیئے میں نے کہا کیسے تو کہنے لگا لڑکوں کی حاضری ہے مدرسین کی حاضری ہے رجسٹر وغیرہ سب ٹھیک کرکے رکھنا اور کہا کہ اتنے اتنے لڑکے دکھانا ہیں میں نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی اور مجھے اس وقت بہت غصہ آیا کہ علماء سے آکر یہ کہتا ہے کہ جھوٹ بولو یہ مکر کرو تمہیں شرم نہیں آتی تم نے ہم کو سمجھا کیا ہے میں نے تمہیں پہلے

نہیں کہہ دیا تھا کہ میں جعلی کام نہیں کروں گا کہنے لگا یہ جھوٹ بولنا نہیں ہے یہ تو لکھنا ہے ۔ میں نے کہا بولا ہوا چلا جائے گا اور لکھا ہوا تو جب تک کاغذ پر لکھا رہے گا لعنت ہوتی رہے گی تم نے ہمیں کیا سمجھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے استعفی دے دیا غالباً یہ 1962ء کی بات ہے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیں کہ کیا انگریزوں نے مدرسہ کا کورس تبدیل کردیا تھا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کورس بہت کردیا تھا کہ کیا کہیں اور دوسری بات یہ کہ ایک کے بعد دوسری کتاب ایسی رکھ دی کہ طالب علم سمجھ نہ سکے ۔ مشہور درسی کتابیں جن کی وجہ سے طالب علم میں صلاحیت پیدا ہوتی تھی سب نکال دیں علم نحو کی مشہور کتاب شرح جامی یہ نصاب میں رکھی نہیں جیسے ایک دم ہدایہ پڑھانا شروع کردیا یا قدرری پڑھانی شروع کردیں۔ اس طرح طالب علم بیچارہ کیا پڑھ سکتا ہے یا پھر اس کی صلاحیت کیا ہوگی یہاں پاکستان میں بھی ایسا ہی ہے فاضل پاس کیا ہے آپ دیکھیں کچھ بھی نہیں جانتا سب نقل کرکرا کے پاس ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے مدرسہ میں دو تین ایسے فاضل ہیں جو کوئی صلاحیت نہیں رکھتے عبارت تک نہیں پڑھ سکتے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ بتائیں کہ دارالعلوم امجدیہ کا نصاب کیسا ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ زیادہ تردینی نصاب ہے بعض مدرسے

ہیں جن میں اعلی نصابی تعلیم ہوتی ہے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو فرمائیں کہ دارالعلوم احمدیہ سنیہ چھوڑنے کے بعد آپ نے کیا کیا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ دارالعلوم چھوڑنے کے بعد یہاں پاکستان سے بھائیوں نے خطوط وغیرہ لکھے کہ یہاں آجاؤ لیکن میں یہ سوچتا تھا کہ یہاں مذہبی اعتبار سے بہت ضرورت ہے اس لیے کہ دیوبندی یہ کہتے تھے کہ ہم کو شیر بنگلہ صاحب نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا اس شخص نے پہنچایا وہ چونکہ بہت سخت گو تھے گاؤں والے تو ان کی تقریر کراتے تھے مگر شہر والے ان کی تقریر نہیں کراتے تھے اور مجھ سے شہر کے معززین تقریر کراتے تھے۔ فضل قادر چوہدری یہ کہا کرتے تھے کہ عالم تو صرف ایک ہی ہے جو مجھ کو مطمئن کرسکتے ہیں (یعنی مفتی وقارالدین) اس لیے میں یہ مناسب سمجھتا تھا کہ میں یہاں سے نہ جاؤں ورنہ مذہبی نقصان ہوگا اور اچھے خاصے سنی خراب ہوں گے تو میں سوچتا رہا کہ کیا کیا جائے اگر تجارت کروں تو ایک تجربہ تو پہلے کرلیا تھا پھر میں نے سوچا کہ چلو پریس لگا کر اپنا کام کریں گے اس میں بے ایمانی کرنے کا موقعہ نہیں ہوتا ہے اور ساتھ مذہبی خدمت بھی ہوگی چنانچہ میں نے پریس لگانے کی درخواست دے دی اور الحبیب پریس اس کا نام رکھا جب میں نے درخواست دی تو ان دیوبندی خبیثوں نے اس کے خلاف درخواست دے دی کہ ان کو منظوری نہ دی جائے یہ مذہبی لٹریچر چھاپیں گے اس زمانے میں پریس کی منظوری اکثر ڈی سی اور کمشنر کے یہاں سے ہوتی

تھی۔ ڈی سی کے یہاں سے ہم نے لکھوالیا تو معلوم ہوا کہ اب سی آئی اے
کے یہاں جائے گی وہاں سے منظور ہونے کے بعد اجازت ملتی ہے اس میں کئی
مہینے گزر گئے اور وہاں درخواست خفیہ جاتی ہے وہاں سے کوئی جاکر معلوم بھی
نہیں کرسکتا حالانکہ تعلقات تھے جاکر معلوم کرتے مگر انہوں نے کہا کہ وہاں
خفیہ کام ہوتا رہتا ہے وہاں جاکر سوال کرنا بھی جرم ہے بڑے پریشان تھے کہ
کیا کیا جائے فضل قادر چوہدری میرے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور تھے بھی
بڑے پکے سنی۔ یہ اس زمانے میں اسمبلی کے اسپیکر تھے اور اسپیکر اس زمانے
میں صدر کی غیر موجودگی میں صدر کے قائم مقام ہوتا تھا اور یہ ایوب خان کا
زمانہ تھا غالباً یہ اس وقت صدر تھے کیونکہ ایوب خان باہر گئے ہوئے تھے بہرکیف
فضل قادر چوہدری چٹاگانگ آئے ہوئے تھے ان کا بنگلہ ایک پہاڑ کے اوپر تھا۔
سی آئی ڈی کے ایک آدمی نے کہا کہ آپ نے پریس کی منظوری کی جو
درخواست دی ہے اس کے خلاف سینکڑوں درخواست دی گئی ہیں اس لیے آپ
چوہدری سے ملیں میں نے کہا کہ کہاں ان کو تلاش کروں گا پہلے اس کے پی اے
سے ملو پھر ان سے ملو یہ کرو وہ کرو مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا میں نہیں کرسکتا۔
لوگوں نے کہا کہ آپ جائیں آپ کو تو بغیر روک ٹوک کے اندر جانے دیں
گے پھر وہ آپ کو جانتے بھی ہیں خیر میں گیا دیکھا لوگ ان کے پی اے کے
پاس جاکر ملنے کی تاریخ یا وقت لے رہے ہیں اور لین میں لگے ہوئے ہیں میں
نے کہا کہ میں ان چکروں میں کیسے پڑوں گا میں ایک طرف کو برآمدے میں کھڑا
تھا اور لوگ پی اے کے پاس جارہے تھے میں نے سوچا کہ میں واپس چلا
جاؤں اسی اثناء میں چوہدری نے دیکھ لیا فوراً آدمی بھیجا اور کہا کہ دیکھو مولانا
صاحب کیوں آئے ہیں ان کو بلالاؤ خیر میں اندر گیا انہوں نے پوچھا کیوں آئے
ہو میں نے کہا کہ صاحب میں ایسے ایسے آیا ہوں میں نے پریس لگانے کی

درخواست دی ہے مگر ایسے ایسے ہوگیا۔ انہوں نے کہا کیس کس کے پاس ہے
میں نے کہا کہ ڈھاکہ کے ڈی آئی جی کے پاس ہے تو اس نے اپنے پی اے سے
کہا کہ فوراً فون ملاؤ تو جب فون ملا تو کہا کہ فوراً ڈکلیریشن ان کو دو اس نے کہا کہ
صاحب ان کے خلاف تو بہت درخواستیں دی گئی ہیں فضل قادر چوہدری نے کہا
کہ میں خود ان کو ذاتی طور پر جانتا ہوں اس کے بعد انکوائری کی ضرورت نہیں۔
اس نے کہا کہ انہیں بھیج دیجیئے گا۔ فضل قادر صاحب نے کہا کہ آپ جائیں
آپ کا کام ہو جائے گا ہم چلے آئے ہمیں اطمینان ہوگیا دوچار دن بعد ہم نے
پتہ لگایا تو پتہ چلا کہ وہاں سے ڈی سی کے پاس آرڈر آگیا ہے ۔اس کے بعد ہم
نے سنا کہ وہ کلیکٹر (اے ڈی سی) کرتا تھا تو ہم نے وکیل سے بات کی کہ
چلیں تاکہ یہاں پھر کوئی جھنجھٹ نہ ہو جائے وکیل صاحب ہمارے ساتھ گئے
اور کلیکٹر سے کہا کہ ہم ان کو جانتے ہیں بہت معزز عالم ہیں ان کی یہ درخواست
آپ کے پاس پڑی ہے اس نے فائل منگوائی اور کہا کہ دو ایک دنوں میں
کروں گا دکھا کر رکھ لیا۔ بعد میں ہم نے پتہ لگایا تو بتایا کہ ابھی نہیں ہوا پھر دو
تین دن بعد پتہ چلا کہ وہ فائل ڈی سی نے واپس منگوالی ہے ہم نے سوچا کہ
یہاں کوئی نہ کوئی بات ہے ورنہ ڈی سی کیوں منگوا رہا ہے بعد میں پتہ چلا کہ ڈی
سی نہیں کوئی اور حجت لگا رہا ہے اتفاق سے چوہدری صاحب پھر آگئے میں ان
کے پاس گیا تو کہا کہ حضرت کیا ہوا میں نے کہا کہ نہیں ہوا وہاں سے آگیا ہے
اور ڈی سی کے یہاں اٹکا ہوا ہے تو انہوں نے فون کیا کہ ابھی بھیج دو مولانا
صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اس طرح وہ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اس کو
لے کر آئے اس طرح جاکر ہمارا کام ہوا۔ پریس لگا تو لیا لیکن ہم نے یہ طے
کیا کہ ہمارے یہاں تصویریں نہیں چھپیں گی اس پر لوگوں نے کہا کہ چلے گا کیسے
ہم نے کہا کہ اللہ چلائے گا فکر نہ کریں۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ فضل قادر چوہدری اسپیکر ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ ان کا ایک ماموں وہابی عالم تھا اور بنگال میں یہ قاعدہ تھا کہ اپنے گھر میں جو عالم ہوگا وہی نماز پڑھائے گا اگر وہ نہ پڑھائے تو یہ اس کی توہین تھی ویسے ہر جگہ یہ ہوتا ہے مگر بنگال میں یہ عام تھا اس ماموں نے بہن کو یہ سمجھایا کہ اگر میں نے نماز نہ پڑھائی تو یہ میری بے عزتی ہوگی لہذا نماز میں پڑھاؤں گا اور فضل قادر چوہدری وہابیت کی وجہ سے اس کی ہمیشہ مخالفت کرتے تھے اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ میں وہابی سے نماز نہیں پڑھواؤں گا اس پر ماں نے کہا کہ نہیں بیٹا وہ اپنی بے عزتی کی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت کہا مگر ماں نے نہ مانا کہا کہ جب ماں نہیں مانتی تو خیر پڑھوالو لیکن فضل قادر چوہدری نے یہ کمال کیا کہ اس لال ڈگی کے میدان میں ماموں نے نماز پڑھائی مگر انہوں نے نہیں پڑھی اور پندرہ بیس آدمی اور بھی ساتھ کھڑے ہوگئے اور نماز نہیں پڑھی جب نماز ہوگئی تو جنازہ گاؤں میں لے جاکر دفن کرنا تھا وہاں لے جاکر کہا کہ ایک سنی عالم کو بلاکر لاؤ عالم بلایا اور بلاکر نماز پڑھائی اور خود بھی اس میں شریک ہوئے اس کے بعد جاکر دفن کیا۔ اور چیئرمین کا جب الیکشن ہوا تو چیئرمین کے لیے فضل قادر کھڑے ہوئے تھے اور کامیاب ہوئے۔ اسی دن شام کو یا دوسرے دن انہوں نے ایک میٹنگ بلائی اس میں تمام شہر کے معززین بلائے اس میں انہوں نے تقریر کی اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ کسی ایک وہابی کا ووٹ میرے بکس میں نہیں پڑا ہے خالی سنیوں کے ووٹ سے جیتا ہوں۔ اس لیے میں عالموں سے کہتا تھا کہ ایک فضل قادر چوہدری ہیں اور ایک تم ہو وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہو۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب بنگال میں ہونے والے مناظروں کا حال بیان فرمائیں ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مناظرے بریلی میں بھی ہوئے اور بنگال میں بھی چھوٹے موٹے مناظرے ہوئے ۔ بنگال میں 1954 ء میں مناظرہ ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بریلی میں میرے ایک شاگرد تھے وہ کمیلہ کے رہنے والے تھے تراب علی ان کا نام تھا وہ آئے اور کہا کہ ہمارے یہاں ایک مولوی ہے اس کو پیرجی کہتے تھے نام اس کا عبدالوہاب تھا وہ اشرفعلی علی کا خلیفہ تھا وہ کٹرہ نامی محلہ میں کافی عرصہ سے رہتا تھا۔ اس کا ڈھاکہ میں بہت اثر تھا اس نے ایک مدرسہ اشرف العلوم کھول رکھا تھا۔ عبدالوہاب سے میری ملاقات کا بھی عجیب قصہ ہے۔ حضرت نے فرمایا جب میں بنگال پہنچا تو 1948 ء گیارہ ربیع الثانی کا دن تھا۔ اسٹیشن پر ایک صاحب حافظ خبیرالدین وہ بیچارے اسٹیشن پر مسجد کا چندہ وصول کرتے تھے یہ مسجد وہاں بن رہی تھی مسجد کا نام فقیر تولہ تھا۔ خبیرالدین صاحب میرے بھائی تاج الدین جو اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر تھے ان کے پاس آتے جاتے تھے ۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آج ہمارے یہاں گیارہویں ہے ہم نے کہا کہ اچھی بات ہے ان کے یہاں یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسی کے پروگرام اسٹیشن کے اسٹاف میں سے کبھی کوئی کررہا ہے اور کبھی کوئی کررہا ہے اس مہینہ میں دوچار دفعہ گیارویں ہوئی ہوگی۔ میرے خیال میں پلیٹ فارم کے قریب ہی کوارٹر تھے اس میں لوگ رہتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس دفعہ بڑے پیمانے پر میلاد کرنا ہے اور اس میں ڈھاکہ

سے بھی کچھ علماء کو بلایا جائے ۔ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں تھا کہ ڈھاکہ میں کون کس خیال کا ہے ہم نے کہا کہ اچھی بات ہے پروگرام صبح کے وقت رکھا تھا۔ جب ہم پہنچے تو تین آدمی ڈھاکہ سے آئے ہوئے تھے تقریر شروع ہونے سے پہلے ہی میں نے کہا کہ آپ سے کچھ تعارف ہو جائے ۔ ایک نے کہا کہ میرا ڈھاکہ میں اشرف العلوم مدرسہ ہے اور میں اس کا مہتمم ہوں ۔ میں نے اشرف العلوم نام سنتے ہی جان لیا کہ یہ تو کوئی وہابی ہی ہوگا۔ دوسرے نے کہا کہ بنگال میں ایک نعمت نامی اخبار نکلتا ہے میں اس کا ایڈیٹر ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں کلکتہ سے یہاں مہمان آیا ہوں میں ویسے ہی ساتھ مل گیا ہوں۔ میں نے مجلس والوں سے کہا کہ پہلے ان کی تقریریں کروا دو۔ انہوں نے تقریریں کیں۔ نعمت اخبار کے ایڈیٹر نے بنگلہ میں تقریر کی ۔ اس کے بعد عبدالوہاب نے اردو میں تقریر کی ۔ اس نے عقائد کے بارے میں کوئی بات نہیں کی صرف نماز روزہ اور دیگر مسائل پر بحث کی۔ اس کے بعد جب میرا نمبر آیا تو میں نے وہابیت کے خلاف کوئی تقریر نہیں کی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر تقریر کردی۔ جب تقریر ختم ہونے کا وقت قریب آیا تو میں نے حافظ خبیرالدین کو آواز دی سلام پڑھ لیجئے کیونکہ حافظ خبیرالدین سلام اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے ۔ کیونکہ اس وقت وہ مجمع سے باہر کھڑے ہوئے تھے ۔ جب میں نے حافظ خبیرالدین کو آواز دی تو یہ تینوں آدمی وہاں سے اٹھ کر چل دیئے خیر حافظ صاحب آگئے جب لوگ کھڑے ہوئے اور صلوہ وسلام ختم ہوا تو میں نے لوگوں سے کہا کہ تھوڑی دیر صبر کریں مٹھائی نہ بانٹیں دو تین منٹ میری بات سنو چنانچہ لوگ بیٹھ گئے ۔ میں نے کہا کہ سب سے پہلے جلسہ کرنے والوں سے شکایت ہے کہ ان کو میلاد کے جلسہ میں ایسے آدمی کو بلانا چاہیے تھا جو میلاد کو جائز بھی مانے جو میلاد کو جائز ہی نہ مانے اس کو میلاد کے جلسے میں کس

لیے بلایا۔ اول تو یہ ہی غلطی ہے ان لوگوں کی جنھوں نے ان کو بلایا اور دوسری غلطی ان مولویوں کی ہے کہ وہ آئے کیوں انہیں وہیں کہہ دینا چاہیے تھا کہ ایسی مجالس میں ہم جاتے نہیں ہیں اور اگر آہی گئے تھے تو ان کو پھر آداب مجلس کا خیال کرنا چاہیے تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی تو اس وقت دو گروہ تھے ایک ملائکہ کا کہ وہ صلوہ و سلام پڑھ رہے تھے اور خوشیاں منارہے تھے اور گروہ تھا ابلیس کا۔ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ چہرے پر مٹی ڈال رہا تھا اور بھاگ رہا تھا۔ اب چاہے تو ملائکہ کی نقل کرو اور کھڑے ہو کر صلوہ و سلام پڑھو یا ابلیس کی نقل کرو کہ مجلس سے اٹھ کر بھاگ جاؤ۔ یہ میں نے کہا اور پھر مٹھائی تقسیم ہوئی۔

اس زمانے میں پلیٹ فارم کے باہر ایک جنگلہ لگا ہوا تھا۔ جنگلے کا کچھ حصہ لوگوں نے توڑ لیا تھا اور وہیں سے نکل کر لوگ جایا کرتے تھے اور یہ مولوی لوگ وہیں سے نکل کر گئے تھے اور پاس ہی ڈھاکہ کی بس کھڑی ہوئی تھی وہ بسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے سلام کے بعد کی تقریر سن لی تھی میں گھر میں چلا آیا میں نے گھر میں آکر جب شیروانی اتاری تو میں نے دیکھا کہ دروازے پر کوئی آدمی بلا رہا ہے دیکھا تو وہ تینوں مولوی ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے جلسہ کیا تھا وہ لوگ بھی ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ صاحب چلیے کھانے کا انتظام کیا ہے کھانا ہمارے ساتھ کھالیں میں نے کہا کہ آج ضرور کھاؤں گا جب کھانے پر پہنچے اور جب کھانا کھا چکے تو میں نے کہا حضرت ایک بات کرتا ہوں اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو جواب دے دیں بولا فرمائیں میں نے کہا کہ دیکھیے بات یہ ہے کہ مذہب ہر آدمی کا اس کے کام آئے گا۔ اپنے مذہب پر عمل کرنا اس کی ذمہ داری ہے اس لیے کسی کو پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ مذہب

کے بارے میں کوئی ان سے کیوں پوچھے گا بھائی ہم اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں جس طرح بھی کریں۔ مگر کبھی کبھی ضرورت پیش آجاتی ہے کہ وہ شخص اپنے مذہب میں سے بعض باتوں پر عمل کرے بعض پر نہ کرے تو اس سے پوچھا جائے کیوں بھائی تم نماز تو پڑھتے ہو روزہ کیوں نہیں رکھتے ہو۔ اس لیے مجھے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے یہ تو آپ کے مذہب کی رو سے ٹھیک ہے مگر یہ بھی تو فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ فاتحہ کا کھانا ناجائز ہے اگر فاتحہ کا کھانا ناجائز تھا تو آپ واپس کیوں آگئے۔ قیام کے لیے اٹھ کر چلے گئے تھے اگر کھانا بھی نہ کھاتے تو ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس پر بولے میں آپ سے بحث نہیں کروں گا میں نے کہا کہ میں تو بحث نہیں کرتا بات پوچھتا ہوں تو وہ جلدی جلدی ہاتھ دھو کر ایک دو تین ہو گئے یہ پہلی مرتبہ عبدالوہاب سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد تراب علی میرے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہمارے گاؤں کے قریب ہی ایک گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے مچھیرے مچھلیاں پکڑتے ہیں تو کچھوے بھی جال میں پھنس جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تراب علی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ کچھوے کا بیچنا کیسا ہے ہم نے کہا ناجائز ہے۔ انہوں نے کہا وہ پیر جی مولانا صاحب (عبدالوہاب) ہیں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کو بیچنا جائز ہے۔ وہ پوچھ کر چلے گئے لیکن کچھ دن بعد واپس آئے اور کہا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس موضوع پر مناظرہ کریں گے میں نے کہا کہ تاریخ مقرر کریں ہم ان شاء اللہ تعالی آجائیں گے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ فلاں تاریخ کو مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔ میں نے کہا کہ اچھا ہم لوگ آجائیں گے۔ ہم نے اس اعتبار سے فتاوی لے لیے ان فتاوی میں عالمگیری تھی فتاوی قاضی خان تھا بزازیہ تھا ہدایۃ تھا ساتھ لے لیے اور چلے جب ہم وہاں پہنچے تو مولوی تراب علی نے ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کیا تھا۔

جہاں ٹھہرے تھے وہاں پر سردار وغیرہ بہت تھے ملنے آگئے ۔ انہوں نے پھر وہی مسئلہ چھیڑا تو میں نے کہا کہ میرے سمجھ میں نہیں آتا یہ مسئلہ کہ کوئی حنفی عالم جائز کہہ دے کہہ ہی نہیں سکتا کہیں کوئی روایت موجود نہیں ہے اور سارے فتوؤں میں لکھا ہوا ہے کہ وجمیع مانی البحر سوی السمک بیعہ باطل دریا میں مچھلی کے علاوہ تمام کیڑے مکوڑے ہیں سب کی بیع باطل ہے باطل کا مطلب یہ ہے کہ وہ پیسہ جو لیا جائے گا اس کا مالک نہیں بنا۔ بیع فاسد میں تو یہ ہے کہ مالک ہوجاتا ہے مگر بیع باطل میں مالک نہیں بنتا عمر بھر اس کو لوٹانا واجب ہوتا ہے ۔ بیع فاسد میں یہ ہوتا ہے کہ بیع کرنے والا گھنگار ہوتا ہے مگر چیز کا مالک بن جاتا ہے مگر اس میں تو مالک بنتا ہی نہیں ہے اس کے بعد وہ سردار اس مولوی عبدالوہاب کے پاس گئے اور کہا کہ تم کیسی بات کرتے ہو وہ اتنی کتابیں لائیں ہیں اور ان سب کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور کسی صورت سے وہ پیسہ بھی حلال نہیں ہوگا پر وہ پھیل گیا اور کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں کتابیں نہیں لاسکا کتابیں تو سب ڈھاکہ میں ہیں اب میں کتابوں کے بغیر کیا کروں میں اس مسئلہ پر مناظرہ اس وقت نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد وہ سردار آئے اور کہا کہ صاحب وہ ایسی ایسی باتیں کررہے ہیں تو میں نے کہا کہ بھائی اس مسئلہ پر مناظرہ نہیں کرسکتے ہو تو پھر کس پر کروگے ۔ اب ہم آئے ہیں اور کتابیں بھی ہمارے پاس موجود ہیں اور مجھے بلایا گیا ہے تو وہ خود ہی کہنے لگا کہ عقیدے کے بارے میں کروں گا وہ ہمارے عقیدے کو غلط کہتے ہیں اور ہم کو کافر بتاتے ہیں لہذا یہ ثابت کریں کہ ہمارا عقیدہ غلط ہے ہم نے کہا کہ ہم کھوے کے مسئلہ میں کہیں نہ کہیں اس کو لگا ہی لیتے ۔ مگر وہ خود کہہ گیا ہے بعد کو پتہ چلا کہ اس کے مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا اور مولویوں کا وہاں ڈھیر لگا ہوا تھا یعنی بہت کافی مولوی وہاں جمع تھے ۔ عیدگاہ میدان میں مناظرہ منعقد ہوا اور بہت بڑا

مجمع ہوگیا اور وہ جب آیا تو اس کے ساتھ پوری لین لگی ہوئی تھی بہت سارے
مولوی آرہے تھے تقریباً تیس ہوں گے آکر بیٹھ گئے اور ہمارے ساتھ کمیلہ
کے ایک صاحب تھے ان کو انہوں نے بلایا تھا مگر میرے ساتھ ان کی ملاقات
نہیں ہوئی تھی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ سنی عالم تھے یا دوچار طالب علم بریلی کے
زمانے کے پڑھے ہوئے تھے وہ آئے تھے۔ جب گفتگو شروع ہوئی تو وہ لوگ
کہنے لگے کہ صاحب آپ لوگ اشرف صاحب کو کافر کہتے ہیں ان کا کفر ثابت
کریں۔ اس طرح حفظ الایمان کی عبارت پر بحث شروع ہوئی ہم نے کہا کہ بھئی
یہ گندی عبارت ہے جس پر ہم نے کفر کا حکم دیا ہے تو اس مولوی نے یہ سوچا
کہ اس عبارت کی گندگی ایسی ہے کہ عوام کے سامنے اس کو ہیر پھیر کر کے
سمجھا تو سکوں گا نہیں تو کہنے لگا کہ علم غیب پر مناظرہ ہوگا ہم نے کہا کہ جس پر
مناظرہ کرنا ہے اس پر کرلو ہم نے جب مناظرہ شروع کیا تو میں نے یہ پوچھا کہ
تم علم غیب کے سلسلہ میں کیا کہتے ہو تو کہنے لگا کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے
سوا کسی کو علم غیب ہے ہی نہیں ہم نے کہا کہ ٹھیک دلیل لاؤ تو وہ الٹی
سیدھی بکواس کرنے لگا اور بکواس کرتے کرتے خیر آیت تو ایک آدھ جیسے وہ
لوگ کرتے ہیں پڑھی اور کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنی بیوی
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا پتہ نہیں اور آپ کس کی بات کر رہے ہیں
جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے کہا بھائی سخت افسوس کی بات ہے کہ ایمانی
غیرت بھی کوئی چیز ہے ام المومنین پر منافقین نے تہمت لگائی کسی مسلمان نے
تو لگائی نہیں تھی اس واقعہ کے بارے میں محدثین اور فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ
سوائے حدیث پڑھانے کے عوام کے سامنے یہ بیان نہ کیا جائے یعنی یہ کہنا کہ
ایسا ہوا یہ بھی ناجائز ہے اس لیے کہ ایک آدمی سن کر اس واقعہ کی صحت کا
خیال کرلے تو کافر ہو جائے گا علماء اس واقعہ کو بیان کرنا بھی ناجائز لکھتے ہیں

اہلحدیث بھی یہ ہی لکھتے ہیں درس میں پڑھا سکتے ہیں مگر واقعہ میں بیان نہیں کرنا چاہیے ۔ جب ان مولوی صاحب نے بیان کردیا ہے تو اب میں نے کہا کہ اب میں بیان کردیتا ہوں مگر میں نے کہا کہ مولوی صاحب سنیے میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ کے بڑے بھی اس واقعہ کو علم غیب کے نہ ہونے پر استدلال کے طور پر بیان کرتے رہے ہیں لیکن ثابت نہیں کرسکے ۔ یہ ہے بخاری اس میں حدیث کا واقعہ نکال کر پڑھ کر سنائیے کہ اس حدیث میں کونسا لفظ ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا آپ ایک لفظ ایسا دیکھادیں کہ جس سے ایسا استدلال کرسکیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا تو کہنے لگا کہ آپ حدیث پڑھنے میں نے کہا کہ میں کیوں پڑھوں تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو کہ حدیث پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ۔ اب جب اس کے ہاتھ میں حدیث کی کتاب آئی تو تھر تھر کانپ رہا تھا کہ کتاب اس کے ہاتھوں سے گر پڑے گی ۔ خیر اس نے عبارت پڑھنا شروع کردی اس نے عبارت بالکل غلط پڑھی میں نے سمجھ لیا کہ حدیث تو یہ پڑھ سکتا نہیں تو میں نے ٹوکنا شروع کیا کہ یہ زیر کیوں پڑھا یہ کیوں پڑھا جب پڑھ چکا تو میں نے پوچھا کہ بتاؤ بھائی کونسا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بتایا نہیں تھا حدیث تو چھوڑ دی اور کہنے لگا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو حضور پوچھ کیوں رہے تھے جب معلوم تھا تو چپ رہتے ابوبکر اور عائشہ سے کیوں پوچھا۔ حضور جو معلوم کررہے تھے یہ لاعلمی کی دلیل ہے ۔ میں نے جواب دیا کہ یہ تمہاری اس سے زیادہ جہالت کی دلیل ہے ہم آپ کو یہ دیکھاتے ہیں کہ جس حدیث سے تم علم نہ ہونے کی دلیل پکڑتے ہو اس حدیث سے ہم دیکھاتے ہیں کہ علم تھا تم عمر بھر کہتے رہے اور تمہارے بڑے بھی کہتے رہے مگر ہم بتاتے ہیں کہ علم تھا کہا کہ دیکھائیے ۔ میں نے کہا کہ دیکھو

وحی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ نے اپنے صحابہ کو یہ فرمایا تھا واللہ ما علمت علی
اھلی الاخیراً قسم اللہ کی میں اپنی بیوی پر نہیں جانتاہوں مگر بھلائی اچھائی تو قسم
کھا کر حضور فرمارہے ہیں اور ماعلمت یہ صیغہ ماضی ہے ماضی پر نفی داخل ہے اور
قاعدہ یہ ہے کہ جب ماضی پر نفی داخل ہوتی ہے تو جس وقت بول رہاہوں اس
وقت تک کی نفی ہو جاتی ہے اگر میں یہ کہوں کہ زید نہیں آیا تو کب
تک نہیں آیا یعنی ابھی تک نہیں آیا جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے
ہیں اس وقت وحی ابھی آئی نہیں تھی اس لیے حضور فرماتے ہیں میں اپنی بیوی
پر پاک دامنی کے علاوہ اور کچھ جانتا ہی نہیں ہوں تو اس میں جاننے کا علم ہے
لہذا نہ جاننے کا علم کہاں سے آگیا بالکل غلط دھوکا دیا ہے تم نے عوام کو اس
حدیث میں نہ جاننے کا علم سرے سے ہے ہی نہیں باقی رہی یہ بات کہ حضور
سوال کیوں کررہے تھے تو تمہاری جہالت ہم بتائیں اول تو تم نے یہ سمجھا کہ
سوال کرنا لاعلمی کی دلیل ہے حالانکہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے
پوچھا وماتلک بیمینک یا موسی اے موسی تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے تو معاذ اللہ
اللہ کو بھی پتہ نہیں تھا کہ پوچھتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ۔ سوال کی
صرف یہ ہی مصلحت نہیں کہ علم نہیں ہوتا بلکہ اور بھی بہت سی مصلحتیں ہوتی
ہیں۔ بات یہ ہے کہ تم اپنی بیوی کو تو پاک دامن کہتے ہوگے اس کو پاک مانتے
ہوگے زنا کرنے والی تو نہیں مانتے ہوگے اگر تمہارا دشمن آجائے اور وہ تمہاری
بیوی پر زنا کی تہمت لگادے تو اس دشمن کے کہنے سے تم اپنی بیوی کے بارے
میں شک میں پڑ جاؤگے یہ بات عقل و شریعت دونوں کے خلاف ہے شریعت میں
ہے الیقین لایزول الا بیقین مثلہ اگر کسی بات پر یقین ہے تو یہ یقین زائل ہو
نہیں سکتا جب تک اس کے خلاف یقین نہ آجائے دشمن کی خبر یقین تو کیا ظن
بھی پیدا نہیں کرتی حضرت عائشہ کی پاک دامنی کا جو یقین حضور کو تھا تو دشمنوں

کے کہنے سے حضور تردد میں پڑجائیں۔ یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اپنی بیوی کی پاک دامنی کا علم تھا یا نہیں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضور کی شادی سے قبل حضرت جبریل امین نے آکر حضرت عائشہ کو دکھایا تھا اور حضور نے اپنی بیوی حضرت عائشہ کو دیکھا تھا اور حضرت جبریل نے یہ کہا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں اللہ تعالی نے آپ کا نکاح ان کے ساتھ کیا ہے۔ جس بیوی کا یہ عالم ہو اس کے بارے میں کیا حضور کو تردد ہوسکتا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی یقین سابق پر تھے وہ یقین اب بھی تھا مگر سوال کیوں کررہے تھے اس کی حکمت یہ تھی کہ اگر حضور اپنی بیوی کے بارے میں خود ہی بڑھ کر پاک دامنی بتانے لگتے تو پہلے سے جو کافر ہو چکے تھے وہ تو ہو چکے تھے مگر جب حضور بتا دیتے تو اور لوگ بھی یہ کہنے لگتے کہ دیکھو بیوی کی طرفداری کرتے ہیں تو وہ بھی کافر ہوجاتے اس لیے حضور اپنی بیوی کی طرف داری نہیں چاہ رہے تھے بلکہ لوگوں سے یہ کہہ رہے تھے تم کہو کہ تمہارا کیا خیال ہے اور اس انتظار میں تھے کہ ازواج مطہرات انبیاء سابقین میں بھی گزری تھیں مگر حضرت عائشہ کا مقام ظاہر ہوجائے کہ سب میں ارفع ہیں کہ ان انبیاء پر تہمتیں لگیں تو جواب دہی انہوں نے خود اپنی طرف سے کی مگر جب حضرت عائشہ پر تہمت لگی تو برات اللہ تعالی نے فرمادی اور اٹھارہ آیتیں قرآن میں نازل فرمادیں یہ ہماری ام المومنین کا مرتبہ ہے۔ یہ انتظار تھا کہ اللہ ان کی برات ظاہر کرے گا اور اللہ کے برات ظاہر کرنے سے حضرت عائشہ کی فضیلت اور بڑھ جائے گی قرآن کریم نے اسی لیے تو مسلمانوں سے کہا تم خاموش کیوں رہے اور سنتے ہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ ھذا بہتان عظیم تمہیں سنکر فوراً یہ کہنا چاہیے تھا کہ یہ بہتان عظیم ہے وحی سے پہلے ہی کیوں اس کی تردید نہیں کی۔ ام المومنین کا یہ مقام ہے اور تم اس حدیث سے استدلال کرنے آئے ہو تو

وہ میری تقریر سے بالکل مبہوت ہوگیا اب تو کچھ بن نہیں سکتا تھا تو کہنے لگا کہ صاحب یہ تو میں نے مان لیا کہ بہت سی چھپی چیزوں کا علم اللہ تعالی نے حضور کو دیا تھا مگر اس کا نام علم غیب نہیں ہے اس پر میں نے کہا کہ اس کو کیا کہتے ہیں بھائی کچھ نام تو بتادو تو کہنے لگا کہ اس کا نام ہے علم مکاشفہ اس پر میں نے کہا کہ جب تک وحی نہیں آتی ہے تو یہ علم غیب ہوتا ہے اور جب وحی آجائے تو یہ بدل کر علم مکاشفہ ہوجاتا ہے ۔ میں نے کہا کہ اچھا ذرا کاغذ پر لکھو چونکہ یہ پہلے طے ہو چکا تھا مناظرے کی شرائط میں سے کہ لکھ کر دیں گے مگر اب جب میں نے کہا کہ لکھ کر دینا پڑے گا۔ تو کہنے لگے یہ تو اصطلاحی بات ہے تم نے تو ہم سے بہت شرائط رکھی ہیں حدیث کی کتابوں میں مانیں گے فقہہ حنفی و شافعی اور دوسرے فقہہ میں ہو تو مانیں گے ہم تم سے تو کوئی شرط نہیں رکھتے حدیث کی کتاب ہو حنفی ہو شافعی ہو حنبلی ہو تفسیر کی ہو لغت کی کوئی کتاب ہو دکھادو کہ یہ بات اصطلاحی لکھی ہے کس نے لکھا ہے یہ ایک اصطلاحی معاملہ ہے اگر کسی نے لکھا ہے تودیکھادیں اب تو وہ سب آدمی تقریباً 35 نے کتابیں دیکھنا شروع کیں میرے خیال سے تقریباً آدھ گھنٹہ انہوں نے لگایا ہوگا مگر نہیں ملا ملے کہاں سے جب ہے ہی نہیں۔ میں نے کہا اچھا صاحب اگر نہیں ملتا ہے تو کم سے کم کتاب ہی کا نام بتادو کونسی کتاب میں لکھا ہے تو بہت سوچنے کے بعد کہتا ہے کہ شرح مواقف میں لکھا ہے شرح مواقف علم کلام کی ایک کتاب ہے ۔ میں نے کہا صاحب عبارت سناؤ تو عبارت بھی نہیں سناسکے ۔ میں نے کہا کہ کتاب کا نام تو تمہیں یاد ہے مگر عبارت یاد نہیں ہے اس سے پتہ چلا کہ یہ عبارت ہے ہی نہیں یہ غلط بات تم نے کہی ہے ۔ ہم نے کہا لکھ کردو تو لکھ کر دیا کہ وحی آنے سے پہلے اس کا نام علم غیب ہوتا ہے اور وحی کے بعد اس کا نام بدل کر علم مکاشفہ ہوجاتا ہے ۔ اور کہنے لگا کہ اس کی دلیل دینے سے عاجز ہوں مگر

آئندہ اگر مجھے کوئی دلیل مل گئی تو دکھا دوں گا وہ تحریر میرے پاس رکھی ہوئی ہے ۔ اس کے بعد لوگوں نے شور کرنا اور خوشی منانا شروع کردی اور لوگ اٹھ کر چلے گئے نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس کے گاؤں کا معاملہ تھا اتنا ذلیل ہوا کہ وہ چار چھ مہینے تو اپنے گاؤں میں منہ نہیں دکھا سکا۔

اب یہ ہوا کہ اسی درمیان میں میرا چٹاگانگ جانے کا ارادہ ہوا۔ وہاں والوں سے یہ سب کچھ طے ہو چکا تھا کتابیں وغیرہ تیار کرلیں اور کتابوں کو مال گاڑی کے ذریعے بک کردیا۔ اور میرا ارادہ ایک آدھ ہفتہ بعد جانے کا تھا۔ اس دوران میں نے ایک خواب بھی دیکھا تھا میں نے جب کتابیں بک کیں تو میں نے دیکھا کہ میں مدینے پاک میں حاضر ہوں اور یہ کتابیں کھولی جارہی ہیں حالانکہ میں اس وقت وہاں گیا بھی نہیں تھا اور کتابیں اس میں سے نکالی جارہی ہیں تو میں نے یہ سوچا کہ ان شاء اللہ یہ سفر ہمارے مذہب کے لیے بہت مفید ہوگا۔

پہلے مناظرے کو تقریباً چار چھ ماہ ہوچکے تھے کہ ایک آدمی پیغام لایا کہ صاحب وہ لوگ پھر مناظرے کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کتابیں وغیرہ بھی دکھا دیں گے۔ کیونکہ میں اپنی کتابیں بھیج چکا تھا اس لیے اس وقت میرے پاس کتابیں بھی نہیں تھیں اور یہ لوگ پھر مناظرے کی بات کرنے لگے لہذا میں نے کہا کہ صاحب مولوی تراب علی سے یہ کہہ دینا کہ اب تو میں چٹاگانگ جارہا ہوں اور وہاں پہنچ کر ایک دو مہینے کے بعد پھر اطمینان کے ساتھ مناظرے کی تاریخ طے کرنا اور ان لوگوں کو بتادیں کیونکہ کتابیں چٹاگانگ بھیج چکا ہوں اس لیے نہیں معلوم کہ کب پہنچیں اس لیے جلدی آنا میرے لیے مشکل ہوگا۔ لہذا وہاں جانے کے ایک آدھ مہینے کے بعد تاریخ طے کرلینا۔ اس کے چار چھ دن کے بعد میں چٹاگانگ چلا گیا۔ چٹاگانگ پہنچا تو وہاں ربیع الاول شریف کا مہینہ قریب تھا چار چھ دن باقی تھے ۔ اسی اثناء میں مولوی

تراب علی میرے پاس چٹاگانگ پہنچے اور کہا کہ صاحب بڑا مشکل مسئلہ ہوگیا اور مسئلہ یہ ہوا کہ تھانے والوں نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کو تیرہ ربیع الاول کو مناظرہ کرنا ہے اور اپنے مولوی کو جہاں سے بھی ہو لانا ہے یہ گورنمنٹ کا آرڈر ہے اور کہا کہ ہم سے دستخط کرالیے ہیں اور کہا کہ اب تو آپ کو چلنا پڑے گا ورنہ تھانے والے ہماری بے عزتی کریں گے اور بڑی شرمندگی ہوگی اس پر میں نے کہا کہ بھائی میں نے تمہیں کہہ دیا تھا اور ابھی میری کتابیں بھی یہاں نہیں پہنچیں ہیں میں خالی ہاتھ جاکر کیا کروں گا اور یہاں مجھے آئے ہوئے دو تین دن ہوئے ہیں یہاں نہ میری کسی سے پہچان ہے نہ کوئی مجھے جانتا ہے اور نہ میں کسی کو جانتا ہوں اور نہ مجھے معلوم ہے کہ کس سے کتابیں ملتی ہیں یا کہ نہیں لہذا تم تھانے میں جاکر کہو کہ صاحب یہ مجبوری کی بات ہے اور اگر تھانیدار نہ مانے تو ایس - ڈی - او کے پاس تحصیل میں جاکر کہو کہ تھانے والوں نے ایسے ایسے کہا ہے ہمیں کم سے کم ایک ماہ کا وقت دیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے مناظر کو لائیں گے مولوی تراب میری یہ بات سن کر چلے گئے ۔ اس کے بعد وہ بیچارے ربیع الاول کی گیارہ تاریخ کو بڑی زور دار بارش میں بھیگتے ہوئے ہمارے یہاں پہنچے اور کہا کہ صاحب اب تو چلنا ہی پڑے گا اور کہا کہ ہم جب تھانے میں گئے تو تھانیدار نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے یہ ایس ڈی او کا آرڈر ہے اور اسی نے یہ تاریخ طے کی ہے تم جاؤ ان سے بات کرو لہذا ہم وہاں گئے تو ایس ڈی او نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے یہ منسٹر کا آرڈر ہے منسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ تم علماء کو بلاؤ جب ہم نے پتہ لگایا کہ کون منسٹر ہے تو پتہ چلا کہ کشور گنج ایک جگہ ہے وہاں کا ایک آدمی ہے جو نظام اسلام کا جنرل سیکریٹری رہا ہے، جمعیت علماء اسلام کا سیکریٹری بھی رہا تھا یہ بڑا آدمی تھا۔ اس منسٹر کا نام اشرف الدین تھا اور وہ ایک دیوبندی کا مرید تھا۔

اس منسٹر سے دیوبندیوں نے کہا اور اس نے ضلع کو لکھ دیا۔ اس گاؤں میں
عبدالوہاب اس لیے مناظرہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ اپنے گاؤں وہ جہاں رہتا
تھامناظرے کرکے پہلے ذلیل ہوچکا تھا۔ ضلع کے ایس ڈی او نے آرڈر کردیا
تھا۔ یہ مولوی تراب علی جب ہمارے پاس آئے تھے تو عصر کا وقت تھا۔
میں نے کہا کہ اچھا تم جاؤ اور جاکر اعلان کردو اور ہم صبح کو آرہے ہیں۔ شام
کو یہاں سے چلیں گے اور صبح آپ کے یہاں پہنچ جائیں گے۔ اور سیدھے
تھانے آجائیں گے مگر سوال یہ تھا کہ ان خبیثوں نے تاریخ جو مقرر کی تھی وہ
ربیع الاول کی 13 تاریخ تھی چونکہ ربیع الاول میں سب سنی عالم مصروف ہوتے
ہیں اور سنی عالموں کو فرصت ہی نہیں ہوتی اور دوسری بات یہ کہ وہ سن ہی چکے
ہوں گے کہ کتابیں نہیں ہیں۔ جس دن ہمیں جانا تھا اس شام کو بارش ہو رہی
تھی اور شہر میں کسی سے رابطہ بھی نہیں تھا صرف دو ہی مولوی تھے ایک تو تھے
شیر بنگلہ صاحب جن سے ایک مرتبہ کمیلہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ یہاں چٹاگانگ
آنے کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور ایک مولوی فرقان تھے صرف
ان دو آدمیوں سے ملاقات تھی۔ اس قدر تیز بارش ہورہی تھی کہ شام کو تو
شہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا خیر ہم نے کہا کہ صبح کو دیکھیں گے۔
مولوی ذکریا ایک لڑکا تھا وہ مولانا سعید احمد صاحب کا مرید تھا یہ لڑکا میرے پاس
ہر وقت آتا جاتا رہتا تھا اور خدمت کرتا تھا۔ صبح ہم نے ان سے کہا کہ صاحب
ایسا معاملہ ہے اب چلنا تو ہے ٹھیک دس بجے ٹرین چٹاگانگ سے چلتی تھی اور
شام کو نو بجے ڈھاکہ پہنچتی تھی ہم نے کہا اس سے چلیں گے اور تم صبح ہی اٹھ
کر کسی عالم کو دیکھو اور دیکھ کر کہیں سے تفسیر کی کتابیں تلاش کرلو کچھ کتابیں
مل جائیں تو اچھا ہوگا۔ وہ بیچارہ صبح ہی صبح بھاگا اور شیر بنگلہ اور مولوی فرقان
رات کو جلسے میں گئے تھے تو واپس ہی نہیں آئے چونکہ ربیع الاول کی بارہ

تاریخ تھی اس لیے دونوں ہی نہیں ملے لوٹ کر آیا اور کہا وہ دونوں نہیں ملے۔ اور کہا جامع مسجد میں کچھ کتابیں ہیں وہاں دیکھ لیں گے۔ اس لیے تھوڑا جلدی ہی سے گھر سے نکلے چونکہ جامع مسجد شہر میں تھی اور اسٹیشن جاتے ہوئے راستے میں آتی تھی وہاں کے امام عربی تھے کیونکہ جامع مسجد کی شرط تھی کہ امام عربی رکھا جائے گا وہ شاہی زمانے کی مسجد تھی۔ ان امام صاحب سے بھی کچھ جان پہچان نہ تھی جب وہاں گئے تو انہوں نے بتایا کہ صاحب کتابیں تو کچھ ہیں مگر کتابیں لے جانے کی اجازت نہیں ہے صرف یہ اجازت ہے کہ یہاں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں مجھے تو اختیار بھی نہیں میں آپ کو دے نہیں سکتا میں اس معاملہ میں مجبور ہوں اتفاق کی بات تھی کہ ہمارے مدرسہ کی کمیٹی کے جو سیکریٹری تھے وہ جامع مسجد کے بھی سیکریٹری تھے۔ ذکریا نے کہا کہ ماسٹر صاحب کے یہاں چلیں اگر وہ ذمہ داری لے لیں تو کتابیں مل سکتی ہیں جب ہم ماسٹر صاحب کے گئے تو انہوں نے پرچہ لکھ کر دیا کہ میں اس بات کا ذمہ دار ہوں ان کو کتابیں دے دیں یہاں دو تین تفسیریں کام کی تھیں۔ اس طرح امام صاحب نے وہ تحریر رکھ کر کتابیں ہمیں دے دیں۔ ہم وہ کتابیں لے کر جلدی سے بھاگے اور ساڑھے نو بجے زان گنج اسٹیشن پہنچے۔ وہ اسٹیشن دریا کے کنارے پر تھا اور وہاں سے موٹرلانچ ملتی تھی جب معلوم کیا تو پتہ چلا کہ چار بجے رات کو موٹرلانچ چلے گی۔ ہم نے عشاء کی نماز وہیں پڑھی اور کھانا جو ہمارے ساتھ تھا کھایا اور موٹرلانچ میں بیٹھ گئے جو چار بجے رات کو چلی اور صبح کے وقت جہاں جانا تھا اس تھانے کے قریب اتار دیا تھانے کا نام ہمنہ تھا اس جگہ کا نام بھی ہمنہ تھا۔ یہاں پہنچ کر ہم نے مولوی ذکریا کو بھیجا کہ جاکر معلوم کرو کہ مناظرہ آج ہونا ہے یا کل انہوں نے جاکر معلوم کیا۔ میں نے کہا کہ پوچھو کہ کوئی کمرہ ہمیں بتادیں چونکہ رات بھر ہم سو نہیں سکے ہیں تھوڑا آرام کرلیں۔

اس وقت چھوٹا تھانیدار تھا اس نے ایک کمرہ خالی کردیا اور ہم نے آرام کیا تقریباً ایک دو گھنٹے سو چکے ہوں گے جب اٹھے تو میں نے مولوی ذکریا سے کہا کہ دیکھو اگر کچھ ناشتہ وغیرہ ملے تو لے آؤ بھوک لگی تھی وہ گئے اور واپس آکر کہا کہ صاحب یہاں تو تمام ہندوؤں کی دکانیں ہیں اور کسی مسلمان کی دوکان نہیں ہے اور اس نے کہا کہ میں ہندو کی دوکان سے اس لیے نہیں لایا کہ نہیں معلوم کہ آپ ہندو کی دکان کا کچھ کھائیں یا کہ نہیں ۔ مٹھائی کی دکانیں کھلی ہیں مٹھائی مل جائے گی مگر ہندو کی دکان سے اور تو کچھ چیز ہے ہی نہیں تو میں نے کہا بھئی چھوڑدو تو مناسب بھی نہیں تھا چونکہ بالکل دیہاتی ہندو ہیں ہماری یہ گفتگو ایک سپاہی سن رہا تھا۔ ہمارے برابر والے کمرے میں تھا اس نے جاکر تھانیدار سے کہہ دیا اس پر تھانیدار نے کہا کہ ہم انہیں ناشتہ گھر سے منگواکر دیں گے ۔ ہمارے علاوہ اور بھی کافی لوگ موجود تھے خیر اس نے ہمارے لیے ناشتہ بھیج دیا اور ہم نے ناشتہ کیا اور سو گئے ۔ تقریباً دس ساڑھے دس بجے آنکھ کھلی تو کچھ شور مچ رہا تھا۔ میں نے مولوی ذکریا سے کہا کہ دیکھو شاید کچھ لوگ آئے ہیں۔ اس نے دیکھا تو کہا بھیڑ لگ رہی ہے بہت آدمی آئے ہیں اور کہا کہ ابھی مولوی نہیں آیا کچھ اور وہابی مولوی آئے ہیں اور کچھ سنی مولوی بھی آئے ہیں اور ایک پیر صاحب بھی آئے ہیں اور کہا کہ مناظرہ کرنے والے لوگ ابھی نہیں آئے پہلے مناظرے میں یہ ذکریا گیا نہیں تھا پہلے حافظ خبیرالدین کے بھائی ہمارے ساتھ گئے تھے ۔ اس نے کہا کہ ڈھاکہ کے پیر جی ابھی نہیں آئے ہیں تو میں نے کہا کہ وہ پیر صاحب جو آئے ہیں ان کو ذرا بلالاؤ ان کو ذکریا بلالایا وہ پشاور کے پٹھان تھے مگر ان کے مریدین وہاں بہت تھے ۔ ان کی میرے ساتھ یہ پہلی ملاقات نہیں تھی ۔ پہلے ایک مناظرہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی ۔ انہوں نے میرا نام سنا تھا کہ وہ سنی آدمی ہے وہ اس

مناظرے کے لیے آرہے ہیں اس لیے وہ بھی آئے تھے تقریباً گیارہ یا بارہ بجے کا وقت تھا مگر ان کا کوئی مولوی نہیں آیا پتہ چلا کہ ایک ڈی ایس پی آیا ہے اور ایک مجسٹریٹ آیا ہے ہم نے ان سے کہا کہ بلاؤ اپنے مناظر کو تو مجسٹریٹ نے کہا کہ کہاں ہیں وہ مناظران کو بلا کر لاؤ ان کا گھر یہاں سے تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہوگا یہ لوگ چٹاگانگ سے چل کر آگئے ہیں اور وہ یہاں سے نہیں آئے کیوں نہیں آئے ۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ میں واپس چلا جاؤں گا اور رپورٹ دے دوں گا کہ ایک پارٹی وہاں سے آگئی ہے اور دوسری نہیں آئی جب انہوں نے یہ کہا تو لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم بلا کر لاتے ہیں بہرکیف تھوڑی دیر کے بعد وہ کشتی میں آئے اب ظہر کا وقت قریب تھا لوگوں نے وہیں تھانے کے میدان میں وضو وغیرہ کیا وہیں میدان میں نماز پڑھنا تھی ۔ مناظرے کی بات تو بعد میں تھی ہم نے مولوی ذکریا سے کہا کہ تم جاؤ اور پولیس کے آفسر سے کہوں کہ نماز کے لیے اگر آپ امام ہمارا دیں گے جب تو ہم یہاں نماز پڑھیں گے ورنہ ہم ان لوگوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اپنی الگ جماعت کریں گے۔ پھر بعد میں مت کہنا کہ تم نے پھوٹ ڈال دی لہذا ہم بتادیتے ہیں کہ ہم نماز ان کے پیچھے نہیں پڑھیں گے تو اس نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے آپ کس کو امام بنانا چاہتے ہیں تو ہم نے ان پیر صاحب کا نام لے دیا ہم نے کہا وہ پشاوری پیر صاحب نماز پڑھادیں گے چونکہ ان کو بہت لوگ جانتے تھے ۔ جب وضو کر کے میدان میں پہنچے تو ایک کانسٹیبل آیا اور دیوبندی مولوی بھی سب آگئے تھے اب مصلے پر تو کوئی گیا نہیں تھا سب لوگ وضو کر رہے تھے اس نے کہا کہ وہ پشاوری پیر صاحب نماز پڑھائیں گے یہ کہنا تھا کہ وہ سب دیوبندی مولوی اٹھ کر چلے گئے اور میدان کے دوسرے مقام پر انہوں نے اپنی جماعت شروع کردی اور ہم نے یہاں شروع کردی۔ ان کے ساتھ سو دو سو آدمی گئے باقی سب ہمارے

ساتھ رہے ہزاروں آدمی یہاں پر نماز میں رہے ۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجسٹریٹ نے کہا کہ صاحب مناظرہ تھانے کی عمارت کے اندر ہوگا اور دس عالم ان کے ہوں گے دس عالم آپ کے ہم نے کہا صاحب یہ نہیں ہوسکتا مناظرہ بالکل مجمع میں ہوگا یہ پہلے ہو چکا ہے اور یہ لوگ اسی لیے یہاں آئے ہیں کہ پہلے کا ادھورا مناظرہ آج پورا ہونا ہے لہذا ان کو سنانا ہے اور ان لوگوں کو ہم نے مطمئن کرنا ہے ہم تو ان لوگوں کے سامنے مناظرہ کریں گے ہم اندر مناظرہ نہیں کریں گے بولے کہ صاحب یہ گاؤں کا تھانہ ہے اور یہ اتنا بڑا مجمع ہے مناظروں میں ہنگامہ ہو جایا کرتے ہیں اگر ہنگامہ ہوگیا تو ہم مجمع کو کنٹرول نہیں کر سکیں گے لہذا ہم تو مجبور ہیں ہمیں تو مناظرہ کمرے میں کرانا پڑے گا۔ ہم نے دیکھا کہ مجسٹریٹ نہیں مانتا ہے میرے ساتھ تو کوئی مولوی تھا ہی نہیں میں اکیلا گیا تھا میں نے کہا کہ پھر دس کیوں ہوں گے ۔ ایک ایک ہوگا ایک عبدالوہاب ان میں کے اور ایک ہم دو آدمی چلیں گے ۔ اس پر مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ ایک سے زیادہ پر راضی نہیں اور وہ دس سے کم پر راضی نہیں تو پھر مجسٹریٹ نے کہا کہ اچھا صاحب پانچ پانچ آدمی ہونے چاہیے۔ ہم اس فیصلہ کی کیوں حمایت کرتے کیونکہ ہمارے پاس تو پانچ آدمی بھی نہیں تھے ۔ ہمارے ساتھ تو ایک ذکریا گیا تھا ایک وہ پیر صاحب تھے ایک آدھ اور کوئی ہوگا خیر پانچ آدمی ہم چلے گئے اور پانچ وہ لے آئے ۔ اندر کمرے میں پہنچے کمرے لمبی سی میز پڑی ہوئی تھی اس میز کے بیچ میں آکر ڈی ایس پی اور مجسٹریٹ دونوں بیٹھ گئے ایک طرف ہم پانچ آدمی بیٹھ گئے اور ایک طرف وہ بیٹھ گئے ۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے میں نے کہا دیکھیے میں آپ کو اس کی شرائط بتادوں کہ مناظرہ ہمارا اس سے قبل ہو چکا ہے اور اس درجہ پر آکر انہوں نے یہ تحریر دی ہے کہ یہ دلیل دینے سے عاجز ہیں اور انہوں نے یہ بات کہی کہ علم وحی سے پہلے

غیب ہوتا ہے اور وہی کے بعد کشف ہوجاتا ہے۔ اس پر ہم نے ان سے دلیل مانگی انہوں نے کہا کہ ہم دلیل دینے سے عاجز ہیں لہذا ان کو اگر اب کوئی دلیل مل گئی ہو تو پہلے اس کی دلیل دے دیں اس کے بعد پھر آگے مناظرہ شروع ہوگا۔ اس پر عبدالوہاب کھڑا ہوا اور پھر وہی الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا اس پر میں نے کہا کہ یہ باتیں کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ہے جو بات ہے وہ صاف صاف تمہیں دکھانا پڑھے گی کہ نام علم غیب کا وحی سے قبل غیب اور وحی کے بعد کشف ہوجاتا ہے یہ بات صاف صاف دکھادیں اس پر وہ ایک کتاب ہاتھ میں لے کر اتنا تھر تھر کانپ رہا تھا کہ کیا بتائیں۔ کہنے لگا کہ دوسرے سے پڑھاؤ اس پر میں نے کہا کہ نہیں تم خود پڑھو تو وہ بے ایمان کہتا ہے کہ اس میں دیکھیے یہ لکھا ہے فالانبیاء لایعلمون الغیب یہ لکھا ہے میں نے کہا کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے اس سے تو تمہارا مطلب حل نہیں ہوتا تم کو تو نام بدلنے کی بات دکھانی ہے۔ میں نے کہا یہ کتاب ذرا مجھے دے دو میں بھی دیکھوں اس میں کیا لکھا ہے کہنے لگا کتاب تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا اس کی اس بات پر مجھے شبہ ہوگیا کہ یقیناً یہ کچھ دھوکا کررہا ہے میں نے کہا کہ کتاب تمہیں دینا پڑے گی میں نے تو کہا تھا کہ میرے پاس کتابیں نہیں ہیں کتابیں میں بھیج چکا ہوں کہنے لگا کتاب نہیں دوں گا نام بتادوں گا تم اپنی لاؤ میں نے مجسٹریٹ سے کہا کہ ایسا تو نہیں ہوگا آپ ان کو حکم دیں کہ کتاب یہاں میز پر رکھے اور میں دیکھوں۔ دکھانا تو اسے پڑے گی چاہے ہاتھ میں نہ دے مگر یہاں بیچ میں رکھے تو اب مجسٹریٹ نے کہا رکھیے بیچ میں اس نے بیچ میں رکھی اس میں لکھا ہوا تھا فالانبیاء لایعلمون الغیب الاباعلام اللہ تعالی انبیاء غیب نہیں جانتے مگر اللہ کے بتائے سے جانتے ہیں۔ وہ الاباعلام اللہ چھوڑ کر پڑھ رہا تھا مجھے بڑا غصہ آیا میں نے کہا مجسٹریٹ صاحب آپ تو ایک حاکم ہیں اگر کوئی چوری کرتا ہے روپیہ دو روپیہ چوری کرتا ہے کسی

کی جیب کاٹتا ہے تو آپ اس کو ہتکڑی لگاتے ہیں حوالات بھیجتے ہیں ۔ مناظرہ
تو اب ہوگا نہیں آپ پہلے ان کو ہتکڑی لگائیں اور جیل بھیج دیں آپ کے سامنے
دن دھاڑے ایسی ویسی نہیں مذہب کی چوری کررہا ہے ۔ دیکھیے یہ لکھا ہے میں
پڑھتا ہوں کہ انبیاء علم غیب اللہ کے بتائے سے جانتے ہیں وہ اس کو پڑھ ہی
نہیں رہا۔ جب میں نے زور دے کر کہا کہ آپ اسے فوراً بند کریں تو مجسٹریٹ
بھی میری طرف دیکھنے لگا مجھ سے کہنے لگا کہ آپ ذرا سا بیٹھ جائیں میں بات
کرتا ہوں اور فیصلہ کرتا ہوں۔ مجسٹریٹ بھی بڑا پریشان ہوا کہ یہ شخص سفید
داڑھی اتنا بڑا پیر بنا بیٹھا ہے اور پیر جی پیرجی کہلاتا ہے اور مذہبی کتاب کی
عبارت پڑھنے میں ڈنڈی مارتا ہے ۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کا چھوٹا سا بیگ
تھا اس بیگ کی طرف اشارہ کر کے اس نے عبدالوہاب سے سوال کیا مولوی
صاحب یہ کیا چیز ہے اور وہ بیگ دیکھ کر کہنے لگا کہ بیگ ہے کس کا ہے کہا کہ
آپ کا ہے ۔ اس کے بعد مجسٹریٹ نے وہ بیگ اٹھا کر برابر میں بیٹھے ڈی ایس
پی کے ہاتھ میں دے دیا اور پوچھا کہ اب کس کا ہے مولوی بولا ڈی ایس پی کا
ہے اور کہا کہ کیا چیز ہے بولا بیگ ہے اس کے اس جواب پر مجسٹریٹ نے کہا
کہ دیکھیے صاحب بیگ کا نام تو بدلہ نہیں میں نے ان کو دے دیا بیگ ہی رہا اسی
طرح اللہ غیب جانتا ہے اس نے رسول کو بتادیا تو نام کس لیے بدلہ نام تو وہی
رہے گا۔ اور مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ ایسی بات کیوں کہتے ہیں جو کہ عقل میں
نہیں آتی ۔ چیز کا نام نہیں بدلے گا اللہ تعالی جانتا تھا اس نے اس کو اپنے
رسول کو بتادیا نام وہی رہے گا جب آپ کے پاس دلیل نہیں تھی تو آپ نے
کیوں مناظرہ کرنے کے لیے کہا لہذا آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں اور مناظرہ
ختم کردیا اور لکھ دیا کہ یہ لوگ اب بھی کوئی دلیل نہیں دے سکے ۔ لوگ
کھڑکیوں سے سن رہے تھے جب باہر نکلے تو دیکھا لوگ شور مچا رہے ہیں اور خوب

نعرہ بازی ہو رہی ہے ۔ مناظرہ ختم ہونے پر ہم چلے آئے ۔

کمیلہ میں ایک اور تھانہ تھا وہاں کے لوگ میرے معتقد تھے جلسہ وغیرہ میں مجھے بلایا کرتے تھے اور کچھ طالب علم بھی وہاں کے پڑھتے تھے وہ بھی اپنے گھر میں بلاتے تھے ۔ یہاں پر بھی عبدالوہاب نے جاکر کچھ الٹی سیدھی باتیں کرنی شروع کردیں اس پر وہاں کے لوگوں نے اس کو چیلنج کردیا کہ مناظرہ کرنا پڑے گا تو کہا مناظرہ کریں گے ۔ وہاں سے لوگ آئے اور کہا کہ مناظرہ کرنے کو کہتے ہیں ہم نے کہا کہ اچھی بات ہے اور میں نے کہا کہ تحریر کرو چنانچہ باقاعدہ تحریر کی کہ ان ان باتوں پر مناظرہ ہوگا اور ادھر سے عبدالوہاب مناظر ہوگا اور ادھر سے میرا نام دے دیا۔ یہ مناظرہ عید گاہ میدان میں ہوا تھا جب حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ یہ مناظرہ کب ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ 1958 ء یا 1957 ء میں ہوا تھا جن باتوں پر مناظرہ ہوا تھا پہلے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا جائز ہے یا ناجائز ہے دوسرا تھا کہ اللہ کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے یا کہ نہیں اس کے بعد علم غیب وغیرہ موضوعات تھے ہم نے اس میں بھی وہی شرائط لکھوادی تھیں کہ جب مناظر بات کہے گا تو دوسرے فریق کے مطالبہ کرنے پر اس کو تحریر دینا پڑے گی اور یہ باقاعدہ دو کاغذوں پر لکھ کر ایک اس کو دے دی اور دوسری اپنے پاس مع دستخط کے رکھ لی

خیر تاریخ پر ہم پہنچے اور جن لوگوں نے بلایا تھا ان کے پاس ٹھہرے دوپہر کا وقت تھا اور مناظرہ شام کو ہونا تھا۔ وہاں پر وکیل بہت تھے پڑھے لکھے لوگ تھے ۔ شہر سے تقریباً سات آٹھ میل کا فاصلہ ہوگا یہاں سے ظہر کے وقت ایک وکیل آئے اور کہا کہ صاحب بڑی مشکل بات ہے میں نے کہا کہ کیا تو کہنے لگا کہ ایک مجسٹریٹ آگیا ہے اور وہ وہابی ہے ہم اسے جانتے ہیں وہ کہے گا کہ میں ثالث ہوں اگر وہ ثالث ہوجائے گا تو اس سے تو صحیح فیصلہ کی امید ہے

ہی نہیں وہ تو ضرور ان کی طرف داری کرے گا میں نے کہا تم اس کی پرواہ مت
کرو ہم سب ٹھیک کرلیں گے جب وہ مناظرہ گاہ میں آجائے تو ہمیں اطلاع
دے دینا تھوڑی دیر بعد آدمی آیا کہ صاحب چلیے وہ لوگ وہاں پر آگئے ہیں
اور مناظرے کے لیے کہتے تھے جہاں بھی مناظرہ ہوتا تھا وہاں مجمع بہت ہوتا تھا
اسی طرح یہاں بھی بے تحاشہ مجمع جمع ہوگیا سارا میدان بھرا پڑا تھا۔ خیر ہم
لوگ پہنچے ان کے مولوی کافی تھے مجمع میں ایک طرف کو ہماری ٹیبل لگائی اور
ایک طرف کو ان لوگوں کی خیر ہم بیٹھ گئے اور دوسری طرف وہ لوگ بیٹھ گئے
اور ایک طرف پولیس والے بیٹھ گئے اور مجسٹریٹ بھی بیٹھ گیا ہم نے سب
سے پہلے مجسٹریٹ سے سوال کیا کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں تو کہا کہ میں امن
قائم کرنے کے لیے آیا ہوں تو میں نے کہا کہ بس صرف امن قائم کرنا آپ کا
کام ہے کہنے لگا اور کوئی کام نہیں تو میں نے کہا دیکھو لوگو مجسٹریٹ صاحب
صرف امن قائم کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ مناظرہ کے نہ ہی ثالث ہیں
اور نہ مناظرے کے بارے میں ان کو کوئی اختیار ہے۔ میں نے یہ بات کہہ دی
وہ وکیل کہنے لگا آپ نے تو کمال کردیا ہم لوگ تو پریشان تھے اور کہا کہ اب
اگر جھگڑا وغیرہ ہوگا تو کرے گا مگر مناظرہ میں مداخلت نہیں کرے گا میں نے
کہا اب مناظرہ کرو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے پر بحث
ہوئی وہ کہنے لگا کہ مولوی اسمعیل نے تقویت الایمان میں لکھا ہے اور رشید احمد
گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ بھائی کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
وہ اپنی باتیں کرنے لگا جب اس نے اپنی بحث ختم کی تو ہم نے کہا کہ یہاں عوام
کے سامنے علم بحث کرنا خواہ مخواہ وقت خراب کرنا ہے یہاں ایک مختصر سی
بات ٹھیک ہے میں نے کہا دیکھو آپ جو دلیل دے چکے ہم نے سن لی مگر ہم
آپ سے ایک ہی سوال کررہے ہیں بس آپ اس کا جواب دے دیں میں نے

کہا کہ بھائی کی بیوی کو کیا کہتے ہیں کہا کہ بھابی یا بھاوج میں نے کہا ٹھیک ہے قرآن کریم نے کہا ہے کہ نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں تو قرآن تو ام کہتا ہے۔ تم یہ اعلان کرو کہ میں نبی کی بیویوں کو بھابی کہتا ہوں میں نے کہا کہ اگر یہ کہے گا تو عوام اس کو جوتے ماریں گے اور لوگوں نے کہا کہ کہو کہو اور شور بپا ہوگیا تو وہ بیٹھ گیا میں نے کہا کہ کہہ تو اب وہ کہہ نہیں سکتا تو کہنے لگا کہ میں مان ہی لیتا ہوں کہ یہ بری بات ہے میں نے کہا لکھو کہ یہ کہنا بری بات ہے تو کہنے لگا کہ لکھ کر نہیں دوں گا میں نے کہا کہ کیوں نہیں لکھ کر دو گے میں نے کہا کہ مناظرہ کی شرائط پڑھ کر ان کو سنادو کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ لکھ کر دوں گا۔ میں نے کہا لکھ کر دو تو کہا کہ نہیں لکھ کر نہیں دوں گا اب جب میں نے کہا تو مجسٹریٹ نے یہاں پر طرف داری کی اور کہا کہ چھوڑیے اتنے مجمع میں کہتا ہے تو لکھنے کی کیا ضرورت ہے میں نے کہا تم جانتے نہیں یہ باہر نکل کر اس کا انکار کرے گا اور میں نے کہا کہ اس نے پہلے بھی ایک مناظرے میں جھوٹ بولا ہے اور بھرے مجمع میں مجسٹریٹ کے سامنے اس نے چوری کی تھی ہم ان پر بھروسہ نہیں کریں گے خیر مجسٹریٹ نے اور پورے مجمع نے کہا کہ چھوڑ دیجئے ہم نے کہا چلو چھوڑ دیتے ہیں۔ اب دوسرا موضوع امکان کذب کے بارے میں تھا۔ اس نے پھر امکان کذب کے بارے میں وہی ان اللہ علی کل شئی قدیر کہا۔ میں نے کہا کہ تم ان اللہ علی کل شئ قدیر سے استدلال کرتے ہو تو پھر معاذ اللہ تم نے شرک کا ایک دروازہ کھولدیا کہ معاذ اللہ اللہ دوسرا خدا بھی پیدا کر لے گا اور اللہ اپنی اولاد بھی پیدا کرلے گا اور اپنی بیوی بھی پیدا کرلے گا اور خود اپنی موت پر بھی قادر ہو جائے گا ان ساری باتوں پر قدرت ہوگی ورنہ عاجز ہو جائے گا۔ اصل میں وہ تھا تو پریشان کیوں کہ میرے نام سے گھبرایا ہوا تھا کیونکہ کہ دو مرتبہ پہلے بھی مناظرہ ہو چکا تھا اس لیے وہ

سمجھ رہا تھا کہ ان سے پیش لے جانا مشکل ہے مگر مجمع میں اپنا بھرم رکھنے کے
لیے آنا پڑتا تھا جب اس نے دیکھا کہ چلے گی تو ہے نہیں تو کہنے لگا کہ یہ بات
میں مانتا ہوں کہ یہ بات اگر کوئی اللہ کے لیے کہے گا تو وہ کافر ہو جائے گا میں
نے کہا صاحب اب لکھ کر دینا پڑے گا اب پھر وہی کہتا ہے کہ لکھ کر نہیں
دوں گا میں نے کہا تجھے لکھ کر دینا پڑے گا جب میں نے بہت اصرار کیا تو
لوگوں نے کہا کہ اس میں کیا بات ہے جب ایک بات منہ سے کہہ دی تو لکھ کر
دینے میں کیا حرج ہے۔ میرے اور لوگوں کے کہنے پر اس نے لکھ کر تو اردو میں
دیا کہ جو یہ کہے گا کافر ہو جائے گا اور اس پر دستخط بنگلہ میں کیے ۔ اس پر میں
نے کہا کہ یہ دستخط اردو میں کرو میں بنگلہ میں دستخط نہیں مانوں گا تو وہ مجسٹریٹ
بنگالی تھا اس کو اور تو کوئی موقع ملا نہیں یہاں پر کہنے لگا کہ صاحب آپ اردو پر
کیوں زور دے رہے ہیں جس زبان میں چاہیں گے لکھ کر دیں گے دستخط انہوں
نے بنگلہ میں کر دیا ہے اب یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ میں اردو میں دستخط مانوں گا
میں نے کہا میں اردو میں ہی دستخط آپ سے منواؤں گا اور آپ کرا کے دیں گے
میں نے کہا کہ دیکھیے یہ ہیں شرائط بنگلہ میں لکھے ہوئے ہیں اور دستخط انہوں نے
اردو میں کیے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عادتاً دستخط ہمیشہ اردو
میں کرتے ہیں تحریر بنگلہ میں تھی مگر دستخط اردو میں کیے ہیں میں نے کہا تھا
ان سے کہ تم اردو میں دستخط کرو انہوں نے خود ہی کیے تھے اس کا مطلب یہ
ہے کہ یہ دستخط اردو میں کرتے ہیں۔ یہ بنگلہ میں کر کے پھر وہی بچنا چاہتے ہیں
کہ میں نے یہ دستخط نہیں کیے لہذا جیسے دستخط شرائط پر کیے ہیں ایسے ہی دستخط
یہاں پر بھی کرنا پڑیں گے تو پھر مجسٹریٹ نے کہا کہ دستخط اردو میں کرو لہذا
لکھوا لیا اس کے بعد مجسٹریٹ نے کہا کہ اور مناظرہ نہ کرو کوئی فائدہ نہیں ہے
یہ دو باتیں ہو چکی اور بیکار وقت ضائع کرنا ہے اور اس طرح وہ مناظرہ ختم ہوا۔

اس کے بعد نہ کسی نے مناظرے کا نام لیا اور نہ کبھی مناظرہ ہوا۔

اس کے بعد کے بارے میں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کے بعد بڑے معرکے دو مرتبہ ہوئے ایک شخص کا واقعہ حضرت نے سنایا کہ دھرمن بڑیا ایک جگہ ہے ڈھاکہ سے قریب ہے کمیلہ کی تحصیل ہے اور وہ دھرمن بڑیا کہلاتی ہے اس میں ایک مولوی تھا اس کا نام تاج الاسلام تھا دیوبند کا پڑھا ہوا تھا۔ جب شروع میں میں گیا تو رمضان میں میرے پاس ایک صاحب ملنے آئے ان کے ساتھ ایک مولوی تھا وہ صاحب مجھ سے کہنے لگے یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بریلی میں پڑھے ہیں۔ وہ مولوی کہنے لگے کہ میں بھی بریلی میں گیا تھا اور میں نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا ہے اور کہا کہ میرے ساتھ عبدالواحد صاحب گئے تھے وہ بھی وہاں بریلی میں رہے تھے میں نے کہا کہ حکیم صاحب یہاں وہابیت اتنے زوروں پر ہے اور سارے مولوی وہابی ہیں آپ ان سے مناظرہ کیوں نہیں کرتے اور لوگوں کو مسلک کی باتیں کیوں نہیں بتاتے خالی میلاد قیام کا جھگڑا کرتے رہتے ہیں آپ آخر پڑھ کر آئے تھے تو آپ کو کچھ نہ کچھ کام تو کرنا چاہیے تھا کہنے لگے کہ بات تو آپ صحیح کرتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ ان کے پاس تاج الاسلام جو مولوی ہے وہ ایسا قابل عالم ہے کہ اس سے مناظرہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور ہم ڈر کے مارے بولتے نہیں ہیں کہ فوراً مناظرے کی بات آجائے گی اور مناظرہ کون کرے گا۔ ہم نے کہا کہ صاحب اب تو ہم آگئے ہیں تم بات کرو اگر مناظرہ کی بات آئی تو ہم کو بلالینا ہم تو کرایہ بھی اپنی جیب سے خرچ کر کے آتے ہیں لہذا ہم آجائیں گے کوئی پرواہ مت کرنا اپنی گفتگو ہی میں انہوں نے تاج الاسلام کا نام سنایا تھا میں یہ سمجھتا تھا کہ ہوگا کوئی قابل عالم یہ تقریباً 1959ء یا 1960ء کی بات ہوگی۔ مغربی پاکستان

میں مولانا سردار احمد کے یہاں بنگال سے کچھ لڑکے آئے تھے ان میں ایک لڑکا پڑھنے کے بعد گیا وہ وہاں ہی کا تھا جہاں تاج الاسلام رہتا تھا۔ اس نے وہاں جاکر تقریریں وغیرہ وہابیوں کے خلاف شروع کیں تو ان وہابیوں نے اس کو تنگ کرنا شروع کیا اور عوام میں یہ شور کیا کہ یہ کل کا بچہ ہے اور یہ ایسی باتیں کرتا ہے جب اسے زیادہ پریشان کیا تو وہ آیا۔ میری اس سے پہلے ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن مولانا سردار صاحب نے بتایا تھا بنگال میں اپنے عالم ہیں کوئی بات ہو توان کے پاس چلے جانا۔ اس نے کہا کہ وہابیوں نے مجھے پریشان کرر کھا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک جلسہ کرنا ہے۔اس میں آپ کواور مولانا شیر بنگلہ صاحب کو بلائیں گے ۔ اس نے کہا کہ میری جان پہچان شیر بنگلہ صاحب سے نہیں ہے اس لیے آپ ان سے بات کرلیں اور آپ دونوں اس جلسے میں شریک ہوں اور اپنے مسائل لوگوں کو بتائیں۔ میں نے کہا اچھا ٹھیک ہے چونکہ فاتحہ درود و میلاد وغیرہ کے مسائل تھے ۔ میں نے شیر بنگلہ صاحب سے بات کی تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ وہ آئے اور پھر تاریخ کو خط لکھا تو میں اور شیر بنگلہ صاحب دونوں کتابیں وغیرہ لے کر پہنچے ۔ ٹرین سے اتر کر پھر کشتی سے دریا میں تقریباً ایک دو میل دور جانا تھاوہاں قریب میں ایک منڈی تھی وہاں پر پروگرام تھا۔ گاڑی ہماری صبح آٹھ بجے پہنچی ۔ ایک مالدار کے آدمی یہاں ٹھرنے کا انتظام کیا گیا تھا وہاں ہم ٹھرے اور ناشتہ وغیرہ کیا۔اور پھر ہم لوگ سوگئے ۔ گیارہ بجے شور مچ رہاتھا کہ صاحب دیوبندی مولوی بہت آئے ہیں۔ہم نے پوچھا کہ وہ کیوں آئے ہیں تو کہنے لگے کہ صاحب وہ کہتے ہیں کہ ہم مناظرہ کریں گے ۔کتابیں تو ہم احتیاطاً لے گئے تھے اور کہا کہ پولیس بھی آئی ہے ۔ میں نے کہا اچھا۔ اتنے میں کھانے کا وقت ہوگیا زمیندار نے کہا صاحب کھانا تیار ہے اور دسترخوان میں نے بچھوادیا ہے آپ آئیں کھانا کھائیں میں نے کہا

کہ اور کون ہے تو کہا بہت سے دھرمن بڑیا سے آئے ہیں اور آپ ہیں۔ سب کھانا کھائیں تو میں نے کہا کہ صاحب ہم ان کے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے میں نے کہا کہ اگر تم نے کھانا کھلانا ہے تو ہمیں علیحدہ کھلا دو اگر نہیں کھلانا ہے تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہم بھوکے رہ جائیں گے مگر ہم کھانا ان کے ساتھ نہیں کھائیں گے تو کہنے لگا کہ صاحب کیسی بات کررہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ یہ لوگ کیسے ہیں تم ان کو نہیں پہنچانتے ہو۔ لہذا ہم ان کے ساتھ کھانا کھانا ناجائز سمجھتے ہیں تو اس نے اس کمرے میں جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے کھانا لایا اور دسترخواں بچھاکر ہم کو کھانا کھلایا میں اور شیر بنگلہ صاحب تھے اور دوچار آدمی اور تھے اور دیوبندی مولویوں کے ساتھ دس پندرہ آدمی تھے خیر کھانا ہم نے کھاکر ظہر کی نماز ادا کی اور کہا کہ چلیے صاحب وہاں مجمع میں تو جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ مجمع تو ہے مگر اتنا بڑا نہیں ہے مگر پھر بھی اچھا خاصا ہے اور پولیس والے بھی ہیں اور تاج الاسلام کو وہاں دیکھا بڑا موٹا سا مولوی تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تاج الاسلام ہے۔ ہم نے تھانیدار کو بلایا کہ بھئی تم کیوں آئے ہو ان لوگوں نے جلسہ کیا تھا اور جلسہ کا پروگرام تھا مناظرہ کیسے ہوگیا۔ تم کو کس نے بھیجا ہے کہا حکومت کا ہم کو آرڈر ملا ہے۔ کہا قصہ کیا ہے تو اس تھانیدار نے کہا اصل میں بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجسٹریٹ کو ایک درخواست دی تھی کہ دھرمن بڑیا چونکہ تحصیل ہے اور اس تاج الاسلام کا مدرسہ بھی تھااور اثر بھی اور بڑا مانا ہوا مولوی تھا اور کہا کہ لوگ وہاں آکر ہمارے خلاف تقریر کریں گے اور وہ جلسہ کررہے ہیں تو ہم بھی وہاں جلسہ کریں گے تو مجسٹریٹ نے یہ کہا ہے کہ پولیس وہاں جائے اور جاکر دونوں فریقوں کو اپنا اپنا جلسہ کرلینے دے مگر مناظرہ نہ کرائے مگر دونوں فریقوں کو اپنی اپنی بات کہنے دے یہ آرڈر ہم کو ملا ہے میں نے کہا کہ بھائی صورت یہ ہے کہ ہم نے جلسے کا پہلے

روگرام کیا تھا ان لوگوں نے ہم کو دعوت دی تھی اب یہ لوگ بعد کو بیچ میں
ود پڑے ہیں تو اب ایسا کرو کہ ان سے پوچھو کہ آپ کے کتنے آدمی تقریر
ریں گے تھانیدار نے ان سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ تین آدمی ہمارے
تقریر کریں گے ہم نے کہا ہمارے دو آدمی تقریر کریں گے ایک میں اور ایک
شیر بنگلہ تو ایسا کریں کہ پہلے ان کو وقت دے دیتے ہیں یہ اپنی تقریر کریں اس
کے بعد ہم اپنی تقریر کرتے رہیں گے ۔ اس وقت تھانیدار نے کچھ سمجھا نہیں
ور یہ بھی کچھ نہیں سمجھے تھانیدار نے ان سے جاکر کہا کہ صاحب ٹھیک ہے
پہلے آپ تقریر کرلیجئے تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم تقریر کرلیتے ہیں ۔لہذا
یک آدمی ان میں سے تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوگیااس نے صرف قیام اور
میلاد کے بارے میں کہا کہ قیام اور میلاد سلف صالحین میں نہیں تھا صحابہ نے اور
تابعین نے نہیں کیا اور اس کی کوئی دلیل نہیں چونکہ یہ قرن اولی اور ثانی ثالث
یں نہیں تھا یہ وہ کرکراکر تقریر ختم کردی اور کہا کہ اس وجہ سے ہم قیام کو
دعت و ناجائز کہتے ہیں جب وہ تقریر کرچکا تو اب ان کو بات سمجھ میں آگئی کہ
گر ہم تقریر کردیں گے تو بعد کو یہ لوگ جواب دے دیں گے اور پھر ہم کچھ
ر نہیں سکیں گے ۔پہلے تو یہ سمجھے نہیں تھے اب کہنے لگے نہیں صاحب
ہمارے ایک آدمی نے تقریر کرلی اب ان کا ایک آدمی تقریر کرے پھر ہمارا
آدمی کرے گا بات تو معقول تھی مگر ہم پہلے کہہ چکے تھے تو بیٹھ گئے اور کہا کہ
ب ہم نہیں کریں گے تھانیدار ان کی طرف داری میں بولنے لگا کہ بات تو
ٹھیک ہے کہ ایک آدمی ان کا کرے گا ایک آپ کا کرے گا تو میں نے
تھانیدار کو اشارہ کیا تم میری طرف آؤ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے کہا تم
کو مجسٹریٹ نے کیا حکم دیا تھا پھر سے بتاؤ کہ تمہارے پاس جو حکمنامہ ہے اس
یں کیا لکھا ہے تو کہنے لگا کہ صاحب اس میں لکھا ہے کہ دونوں کو اپنا اپنا جلسہ

کر لینے دو مگر بحث مت ہونے دو تم تو بحث کر رہے ہو یہ تو بحث ہو جائے گی
جب انہوں نے کہہ دیا اب ہم کہیں پھر یہ ہمارا جواب دیں گے یہ تو بحث ہے
اور یہ ہی مناظرہ ہے بحث نہیں ہوگی کیونکہ مجسٹریٹ کا آرڈر ہے تو اس نے کہا
کہ بات تو صحیح ہے ۔ اس نے کہا کہ بحث نہیں ہوگی مجسٹریٹ نے منع کر دیا
ہے اب یہ بڑے ذلیل ہوئے اب تاج الاسلام کھڑا ہوا اور کہا کہ صحیح بات یہ
ہے کہ قیام کی نہ کوئی ممانعت آئی ہے اور نہ اس کا حکم حدیثوں میں آیا ہے اس
قیام میلاد کا تذکرہ حدیثوں میں نہیں آیا وہ قیام جو حدیثوں میں آیا ہے یا اس
کے منع کا ہے وہ قیام ہے للقادم آنے والے کے لیے کوئی کھڑا ہونا جائز ہے یا
ناجائز اس کا تذکرہ حدیثوں میں ہے قیام میلاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں تو ہم
بھی یہ ہی کہتے ہیں چنانچہ اس نے یہ کہہ دیا کہ قیام کے اثبات یا منع کا کوئی حکم
نہیں یہ اس نے اپنی تقریر میں جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور کہا کہ چونکہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے ۔ اور
اس کے بعد بدعت کی مذمت کی حدیثیں پڑھنا شروع کر دیں کل بدعت ضلالۃ
وغیرہ وغیرہ اور اس کے بعد اپنی تقریر ختم کی پھر ہم نے شیر بنگلہ صاحب سے کہا
اب آپ کھڑے ہوں اور ہم نے کہا کہ ہمارے پاس کتابیں بہت تھیں اور یہ
لوگ کتابیں کوئی نہیں لائے تھے ایک آدھ کتاب تھی ان کے ہاتھ میں تو ہم
نے شیر بنگلہ صاحب سے یہ کہا کہ عوام نفسیاتی طور پر یہ سوچتے ہیں کہ یہ بات
کتاب میں ہے یا کہ نہیں ۔ کتاب کونسی ہے اس سے انہیں بحث نہیں ہے
نفس کتاب ہونی چاہیے وہ یہ دیکھتے ہیں کتنی کتابوں میں لکھا ہے آپ کھڑے
ہوں اور قیام کی دلیل بیان کریں اور ہم آپ کے ہاتھ میں کتاب دیتے جائیں گے
اور بتائیں کہ یہ فلاں کتاب میں لکھا ہے یہ فلاں میں دس بیس کتابوں کی عبارت
پڑھ کے سنا دیں جتنے رسالے تھے یا تفسیریں یا سیرت وغیرہ ساری کتابیں ہم ایک

ایک کر کے دیتے جائیں گے اور آپ پڑھ کر عوام کو سناتے جائیں بس اور ضرورت نہیں اتنی کتابوں میں لکھا ہے عوام نے کہا یہ کافی ہے ان کے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہمارے پاس بہت دلیلیں ہیں آخر عصر کا وقت ہوگیا تو وہ تھانیدار بولا کہ صاحب ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہاں سے اٹھتے وقت کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اٹھ کر جائیں اور ان پر کوئی حملہ وغیرہ کردے اور کہا کہ اچھا ہے کہ ہم آپ کو پہلے وہاں پہنچانے دیتے ہیں اور اس کے بعد ان کو لے جاکر ان کے راستہ پر پہنچا دیں پیدل ان کو جانا ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں لہذا ہم اٹھے اور پولیس والے ہمیں لے گئے وہاں پہنچا دیا اتفاق سے ہم اپنا لوٹا ساتھ لے گئے تھے کہ دریا سے پانی منگوالیں اور وضو کریں اور وہ لوٹا ہمارے اسٹیج کے نیچے بھول گیا اب اس کے بعد پولیس لوٹ کے گئی اور ان سے کہا کہ تم چلو تو ان کو لے کر پولیس چلی تو جیسے ہی مجمع سے باہر نکلے لوگ ان کے پیچھے پتھر لے کر دوڑے اور شور مچایا کہ وہابی جارہے رہیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اب یہ بھاگے اور وہ موٹا آدمی ان سب کے ساتھ بھاگ رہا تھا اور یہ سب پیچھے بھاگ رہے ہیں ہمیں ایک عورت نے آکر بتایا کہ صاحب وہاں تو یہ حال ہورہا ہے اور زمانہ بھی گرمی کا تھا تو یہ لوگ بھاگتے رہے آگے جاکر ایک نالہ تھا بالکل خشک پڑا ہوا تھا یہ موٹا آدمی بھاگتے بھاگتے جب پیر پھسلا تو نالے میں جاگرا اور پولیس والوں نے اسے اٹھاکر وہاں تک پہنچایا۔ اس مرتبہ یہ ہوا تھا اس کے بعد پھر سے جو مناظرہ ہوا وہ بڑا شاندار ہوا کمیلہ کے ایک پیر صاحب تھے ان کے مریدین تھے وہاں سلہٹ میں اور سلہٹ میں کبھی گیا نہیں تھا شاید ایک دفعہ مزار پر گیا تھا مگر تقریر کے سلسلے میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا اور یہ بات مشہور تھی کہ وہاں سلہٹ میں دیوبندی بہت ہیں حسین احمد کے مریدین اور دیگر لوگ تھے اور وہ پیر صاحب چٹاگانگ میں آئے

اور کچھ علماء کو لے کر ہمارے پاس آئے اور کہا کہ صاحب وہاں مشکل میں
پھنس گیا ہوں اور وہاں سلہٹ میں میرے مریدین ہیں اور میں زیادہ تر وہاں
دیہات میں رہتا ہوں یعنی سلہٹ کی تحصیل میں وہابی مجھے تنگ کررہے ہیں اور
وہاں انہوں نے مناظرہ کرنے کے لیے کہہ دیا ہے لہذا اور کوئی آدمی ایسا ہے
نہیں تو آپ میرے ساتھ مناظرے کے لیے چلیں یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک
مولوی نے مجھے کہا جو ان کے ساتھ تھے مگر ایک بات اور بھی ہے میں آپ کو
بتادوں کہ یہ قوالی بھی سنتے ہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں آپ مجھ سے شکایت کریں
تو میں نے پیر صاحب سے کہا کہ دیکھیے معاملہ یہ ہے کہ میں یوں رعایت کی کوئی
بات کرتا نہیں ہوں اگر وہاں مناظرے میں دیوبندیوں نے آپ کے متعلق یہ
سوال کردیا کہ قوالی سننا کیسا ہے تو میں تو کہوں گا قوالی سننا حرام ہے۔ پھر
آپ کہیں گے لیجیئے آپ نے تو مجھ ہی کو ذلیل کردیا انہوں نے کہا کہ اچھا میں
یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ سے دیوبندی سوال کریں تو آپ خود جو حکم چاہیں
میرے اوپر لگا دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اگر سوال نہ کریں تو اس کو
مت چھیڑیے گا۔ صرف دیوبندی عقیدے کی بات ہوگی وہ آپ کریں۔ ہم نے
وعدہ کر لیا کہ رمضان 15 یا 16 تاریخ کو مناظرہ ہوگا۔ چٹاگانگ کے کئی اور
مولوی بھی تھے جنہوں نے کہا کہ ہم وہاں مناظرہ دیکھنے ساتھ چلیں گے۔ جب
ہم وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بہت سے زمیندار وغیرہ نے جلسہ کا انتظام
کرر کھاہے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ دیوبندی وغیرہ تو آئیں گے نہیں۔ پہلے سے بات
مناظرے کی تھی مگر اندازہ تھا کہ نہیں آئیں گے۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ
آئیں یا نہ آئیں مگر آپ دیوبندی عقائد کے بارے میں ہمیں اچھی طرح سمجھا
دیجیئے گا کہ دیوبندی عقائد میں اور ہمارے عقائد میں کیا فرق ہے آپ ان کو
کیوں برا کہتے ہیں؟ خوب کھول کر تقریر کریں آپ کو ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے

سب لوگ زمیندار ہیں ہم سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے کہا اچھی بات ہے چنانچہ وہ لوگ مناظرے کے لیے نہیں آئے پتہ چلا کہ کچھ مولوی آئے ہیں مگر مجمع میں آکر بیٹھ گئے ہیں مجمع اچھاخاصا تھا جب تقریر شروع ہوئی تو میں نے عبدلوہاب نجدی سے شروع کردیا کہ دیوبندیت سے ان کا کیا تعلق ہے اور یہ کہا کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ عبدالوہاب نجدی کے عقائد عمدہ تھے اور ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں اس قسم کے فتوے فتاوی رشیدیہ وغیرہ میں ہیں۔ پھر ان کے سارے عقائد تفصیل سے بیان کردیئے تو جب تک نجدیوں کی باتیں تھیں اس وقت تک تو کوئی بولا نہیں اور قاسم نانوتوی سے بات شروع ہوئی تو ایک مولوی کھڑا ہوا اور کہا کہ صاحب یہ اختلافی باتیں نہ کریں میں نے کہا کہ بھائی ہمیں تو بلایا ہی اسی لیے گیا ہے کہ ہم ان کو یہ باتیں بتائیں۔ لہذا ہم تو یہ کہنے کے لیے آئیں ہیں جب تم نے مناظرہ کرنے کو کہا ہے اور مناظرہ نہیں کیا تو اب ہم نے تو تقریر کرنا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو سننا ہے تو سنو ورنہ اٹھ کر چلے جاؤ جلسہ ختم ہونے کے بعد اگر کوئی بات غلط ہو تو اسی وقت مجھ سے کہنا کہ صاحب یہ بات غلط ہے کتابیں میرے پاس ہیں میں آپ کو دکھادوں گا اگر کسی بات پر آپ کو اعتراض ہے تو وہ بعد میں مگر آپ درمیان تقریر میں کچھ مت کہیے اگر آپ کو سننا گوارہ نہیں تو آپ چلے جائیں۔ جلسہ میں خرابی مت کریں خیر وہ بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک ان میں سے کھڑا ہوا اس نے پھر کچھ کہنا چاہا اس کو بھی یہ کہہ کر خاموش کردیا تیسری مرتبہ پھر ایسے ہی کیا تو مجمع عام نے یہ کہا کہ اگر سننا نہیں تو چلے جائیں تو کہا کہ اچھا ہم جارہے وہ دس پندرہ آدمی تھے سب چلے گئے جلسے سے تھوڑی دور جاکر ایک نعرہ لگا دیا کہ سنی مردہ باد یہ سن کر پبلک دوڑ پڑی اور مارپیٹ شروع ہوگئی اس طرح وہاں سلہٹ میں میرے نام کا چرچا ہوگیا اس سے پہلے کوئی جانتا نہیں تھا۔ اس

کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اندازاً ایک سال بعد کی بات ہے کہ ایک بوڑھے آدمی میرے پاس آئے اور کہا کہ صاحب بات یہ ہے میں فلاں گاؤں کا رہنے والا ہوں اور کلکتہ کا پڑھا ہوا ہوں اور پرائمری اسکول میں استاد ہوں ۔ دینیات کا میں نے کہیں سے درس نہیں لیا۔ کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں میں ایک جھگڑہ پیدا ہوگیا ہے وہ یہ کہ ایک آدمی ہمارے گاؤں میں آیا اور امامت کی اس وقت سے وہ امام ہے پہلے تو وہ میلاد بھی پڑھا کرتا تھا اور قیام بھی کرتا تھا سب کچھ کرتا تھا مگر آہستہ آہستہ چھوڑتا گیا مگر اب اس نے یہ بات کہہ دی کہ صاحب جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب جانے گا وہ کافر ہے مجھے جب پتہ چلا تو میں نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضور علیہ السلام کو علم غیب عطافرمایا ہے اور رسول اللہ کے بتائے سے غیب جانتے ہیں۔ چونکہ میں وہاں کا باشندہ ہوں اور میرے بوڑھے ہونے کی وجہ سے اثرات بھی ہیں اور وہ مسجد کا امام ہے اور کچھ لوگ اس کے بھی طرف دار ہیں عرض یہ ہے کہ میری اور اس کی مخالفت ہوگئی ہے اور اب محلہ کے لوگوں نے کہا ہے کہ یہ تو بڑی بری بات ہے کہ یہ تو ہمارے محلہ کے پرانے مولوی صاحب ہیں اور یہ امام ہیں ان دونوں میں اختلاف ہے اور اختلافات ٹھیک نہیں لہذا انہوں نے بلاکر کہا کہ ایسا نہیں ہوگا اب تم اپنے اپنے فریق کے علماء کو بلاکر لاؤ اور اس مسئلہ پر یہاں طے کرو کہ امام کی بات صحیح ہے یا کہ پرانے مولوی صاحب کی ۔ مناظرے کے ذریعے سے بات صاف کرلو اور آپ کا نام میں نے سنا تھا اس لیے میں آیا ہوں لہذا آپ میرے ساتھ چلیں اور یہ بھی کہا کہ میں غریب آدمی ہوں میں کوئی خدمت نہیں کرسکتا۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ اب تک جتنے مناظروں میں میں نے شرکت کی ہے کبھی کوئی نذرانہ نہیں لیا اور کسی سے نہ نذرانہ مانگا اور نہ کسی نے دیا بلکہ کرایہ بھی اپنا خرچ کرتا رہا اگر کسی نے

کرایہ دے دیا تو بہتر ورنہ اپنی جیب سے خرچ کرتا تھا۔ انہوں نے کہا یہ اچھا ہوگا کہ کسی بنگالی کو بھی آپ ساتھ لے لیں۔ تو میں نے کہا کہ اچھا چلو شیر بنگلہ صاحب سے بات کرتے ہیں اور وہ لیتے تھے نذرانہ اور بغیر نذرانہ کے تقریر میں بھی نہیں جاتے تھے اور مناظرے میں تو خوب اچھی رقم لیتے تھے خیر ہم ان کے پاس گئے اور میں نے کہا کہ بھائی ایسی صورت ہے یہ بیچارہ غریب آدمی ہے اور ان کے محلہ کا معاملہ ہے شیر بنگلہ صاحب نے میری خاطر کہا کہ ٹھیک ہے چلیں گے اور تاریخ طے ہوگئی کہ فلاں تاریخ کو ہم لوگ آئیں گے۔ امام کے بارے میں انہوں نے اتنا بتادیا کہ وہ تاج الاسلام کا سگا بھانجہ ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ میں تاج الاسلام کو بلالاؤں گا اوران کے پاس ایسا کوئی اچھا آدمی نہیں تو میں آپ کا سن کر آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ اس کے مقابلے کے لیے اور کوئی ایسا آدمی نہیں ہے۔ میں نے کہا ٹھیک اگر تاج الاسلام آگیا تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ ہم لوگوں نے طے کرلیا کہ ہم فلاں تاریخ کی شام کوٹرین کے ذریعے سلہٹ پہنچ جائیں گے۔ ہم کتابیں لے کر سلہٹ پہنچ گئے۔ ایک طالب علم ذکریا اور تین چار آدمی میرے ساتھ تھے۔ جب سلہٹ پہنچے تو سیلاب آیاہوا تھا اس لیے گھوڑوں کے بجائے کشتیاں لائے تھے۔ اس قدر سیلاب تھاکہ ایک گھرسے دوسرے گھرمیں جانے کے لیے کشتی کی ضرورت پڑرہی تھی اور ٹرین سے اترنے کے بعد جس جگہ ہم نے جانا تھا وہ گاؤں کئی میل کے فاصلہ پر تھا خیر کشتیوں میں بیٹھ کر ہم لوگ پہنچے اور ایک جگہ ٹھہرے اور پوچھا کہ وہ لوگ آئے ہیں اور ان میں کون کون شامل ہیں کہا کہ تاج الاسلام آیا ہے اور مناظرہ عشاء کے فوراً بعد ہوگا۔ اور اگر ہم لوگ جماعت میں نہ شریک ہوں تو وہ کہے گا دیکھیے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں تو نماز وہ پڑھائے گا اور اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں علیحدہ جماعت کریں تو یہ بھی بڑی مشکل

ہے ۔ اگر نماز پڑھ کر جائیں تو دیر بھی ہو جائے گی اور ان کو کہنے کا موقع بھی مل جائے گا اور عوام تو اتنا سمجھیں گے نہیں۔ اس پر ہم نے پوچھا کہ جماعت کتنے بجے ہوتی ہے تو کہا کہ اتنے بجے اور اذان کتنے بجے ہوتی ہے تو کہا کہ اتنے بجے تو میں نے کہا کہ اچھا اذان سے دس منٹ پہلے مسجد میں چلو سب کتابیں لے کر مسجد میں گئے اور ہم نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ تم اذان دو اس نے اذان دے دی پھر ہم نے کہا کہ ہم اپنی نماز پڑھ لیتے ہیں ۔ ہماری جماعت ہو رہی تھی کہ اتنے میں وہ امام نکل کر آیا اور کہا کہ یہ کون سی قسم کی نماز ہے نہ امام کو علم ہے اور نہ موذن کو خبر ہے اس نے خدا جانے کیا کیا کہنا شروع کر دیا۔ نماز میں ہی پڑھا رہا تھا جب میں نے سلام پھیرا تو اس امام نے مجھ سے زور سے کہا کہ یہ کون سی قسم کی نماز ہے ۔ میں نے کہا کہ بھائی نماز تو ہو گئی اب تمہیں اپنی ٹکریں مارنا ہے تو بعد کو مارتے رہنا اور میں سنت پڑھنے لگا جب میں نے سنتوں کی نیت باندھی تو تاج الاسلام وغیرہ مسجد میں آئے اور ہم نماز پڑھتے رہے اور یہ کہتا رہا کہ صاحب یہ عجیب بات ہے کہ ان لوگوں نے آکر اذان دی اور نماز پڑھ لی نہ موذن کو خبر کی اور نہ امام کا انتظام کیا ہم اپنی نماز سے فارغ ہو گئے اس نے اپنی جماعت کی۔ وہ دن جمعہ کا تھا اور تاج الاسلام جمعہ میں آچکا تھا اور جمعہ کی نماز بھی اسی نے پڑھائی تھی ۔جب ہم آکر بیٹھے تو چیئرمین بی ڈی ممبر جو کہ وہابی تھا اور تاج الاسلام اسی کے گھر پر ٹھہرا ہوا تھا اس نے پہلے بولنا شروع کیا اور کہا کہ صاحب مناظرہ ہونے سے پہلے ایک ثالث کا تقرر ہونا چاہیے تاکہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرے ۔ میں نے کہا کہ صاحب یہ بات غلط ہے تم جو نام پیش کروگے ہم اس کو مانیں گے نہیں اور ہم جو نام پیش کریں گے تم اس کو نہیں مانوں گے تو بیکار وقت خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ لہذا پبلک اپنے آپ فیصلہ کرلے گی۔ اس کے بعد تاج

الاسلام صاحب کھڑے ہوگئے کہ نہیں صاحب بغیر ثالث کے مناظرہ نہیں ہوگا
کوئی نہ کوئی حکم مقرر کریں یہ کریں وہ کریں جب یہ حجت بڑھنے لگی تو اس چیئرمین
نے کیا حرکت کی کہ کہنے لگا اچھا ٹھیک ہے ۔ کسی کے بھی آدمی کا نام پیش
نہیں ہوگا میں پانچ آدمیوں کو ثالث مقرر کرتا ہوں اور پانچ آدمی اس نے مقرر
کردیئے یہ پانچ آدمی فیصلہ کریں گے چیئرمین نے پانچ کا اعلان کردیا میں نے
ان مولوی صاحب کو جو مجھے بلاکر لائے تھے ان کو اپنے پاس بلالیا میں نے اس
سے کہا کہ یہ جلدی سے بتاؤ کہ ان پانچ میں سنی کتنے ہیں اور وہابی کتنے ہیں بولے
کہ تین وہابی ہیں دو سنی ہیں میں نے کہا کہ یہ اس نے پہلے ہی طے کر رکھا ہے
مگر میں تو نہیں بولوں گا میں بہت حجت کرچکا ہوں۔ تم کھڑے ہو جاؤ اور اعلان
کردو کہ صاحب ٹھیک ہے چونکہ مناظرہ دونوں فریق کا ہونا تھا۔ آپ نے پانچ
کا اعلان کردیا اور پانچ کا میں کرتا ہوں دس آدمی حکم ہوں گے اوران مولوی
صاحب نے پانچ سنیوں کے نام جلدی سے لکھ کر دے دیئے اور کہا کہ یہ پانچ
آدمی ہوں گے پانچ ان کے اورپانچ میرے ۔ اب انہوں نے سوچا کہ یہ معاملہ
پھر پلٹ گیاتو بولے چھوڑدو۔ اب جب گفتگو شروع ہوئی تاج الاسلام نے علم
غیب کی بات شروع کی اور وہ ہی آیتیں پڑھنا شروع کردیں اور کہا کہ صاحب اللہ
نے علم غیب حضور کو نہیں دیا لایعلم الغیب الا اللہ علم غیب اس کے سوا کوئی
نہیں جانتا۔ پہلے توشیربنگلہ صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے اس کو جواب دیا اور
طے یہ ہوا تھا کہ پانچ پانچ منٹ ہر آدمی بولے گا جب شیر بنگلہ صاحب بول چکے
تو میں نے سوچا کہ ان سے کام نہیں ہوگا میں نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں اور
مجھے بولنے دیجیئے میں نے کھڑے ہوکر اس سے کہا کہ دیکھو بھائی پہلے یہ سمجھ لو
کہ یہاں مناظرہ کس بات کا ہے تمہارے اس بھانجہ نے جو امام ہے اس نے
فتوی دیا ہے علم غیب جو مانے گا وہ کافر ہے کفر کا فتوی انہوں نے دیا ہے تم نے

دیکھا ہے کہا کہ ہاں دیکھا ہے تو میں نے کہا کہ مناظرہ اس بات پر ہے کہ کفر کا فتوی صحیح ہے یا غلط ۔ لہذا علم غیب ہے یا نہیں ہے اس پر یہاں کوئی بحث نہیں ہے تم نے قرآن سے حدیث سے فقہ حنفیہ سے ثبوت یہ دیناہے کہ علم غیب ماننا کفر ہے تم نے ابھی یہ بتانا ہے کہ حضور کے لیے اگر کوئی علم غیب مانے اللہ کے دیئے سے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ بیکار وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیں معلوم تھا کہ وہ کیا کہہ سکتا ہے لہذا اس نے یہی کہا کہ دیکھیے یہ لکھا ہے قاضی خان نے ۔ اور قاضی خان میں عبارت ہے کہ کسی نے اگر نکاح کیا اور کہا کہ اللہ اور اللہ کے رسول گواہ ہیں بشہادہ اللہ و رسولہ یعنی اور کوئی گواہ نہیں نکاح کے دو گواہ چاہئے ۔ قاضی خان نے یہ کہاو قالوا انہ یکفر بہ قاضی خان کے الفاظ ہیں قاضی خان فقہائے احناف کے مایہ ناز فقہاء میں سے ہیں اور اس میں یہ عبارت ہے اور اس نے عبارت پڑھی کہ قاضی خان نے کہا کہ کافر ہوجائے گا۔ جب یہ کہہ چکا تو میں نے کہا کہ بھائی دیکھو بنگالی میں ایک بات بولتے ہیں کہ "لوگ کہتے ہیں" یہ جملہ ہمیشہ ایسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جس کا سر پیر کچھ نہیں ہوتا یعنی حقیقت نہیں ہوتی آدمی کہتے ہیں۔ قاضی خان نے قالو کہا ہے اور قالو قاضی خان جہاں کہتے ہیں وہاں یہ ہی مطلب ہوتا ہے تو یہ دیکھو کہ دوسرے فتاووں میں لکھاہوا ہے کلما قال قالوا وھوقول غیر مرضی عندہ قاضی خان کتاب میں اور دوسری تمام کتب فتاوی میں جس جگہ انہوں نے قالو کہا ہے وہاں پر یہ ہی مطلب ہے کہ یہ ناپسندیدہ بات ہے ۔ اور تم وہ بات دکھا رہے ہو کہ جو کتاب والے کو خود پسند نہیں ہے انہوں نے لوگوں کا قول کہا کہ لوگوں نے ایسا کہا ہے مگر میں نہیں کہتا تو اس سے تم کیا استدلال کروگے اب اس کے بعد اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا سوائے اس کے کہ ایک دوسری عبارت اس کو ملتی وہ عبارت ملا علی قاری کی فقہ اکبر کی

ہے ۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حکم کفر دیا گیا ان لوگوں پر کہ جنہوں نے
انبیاء علیہ السلام کے علم غیب کو مانا اس نے یہ عبارت پڑھی ۔ میں نے کہا کہ
بھائی یہ دھوکے بازی سے کام نہیں چلے گا ذرا اس سے ایک دو سطر اوپر عبارت
پڑھ اس میں ملا علی قاری نے خود لکھا ہے کہ ہم اللہ کے بتائے سے علم غیب
جانتے ہیں وہ تو ہماری بات کو خود ہی بتا چکے ہیں اب اس کے بعد وہ بتا رہے ہیں
تو اپنے اوپر خود کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں ۔ جو ہمارا عقیدہ ہے وہ تو پہلے کہہ چکے
ہیں یہاں جو بتا رہے ہیں اس کے لیے بتا رہے ہیں جو انبیاء علیہ السلام کے لیے یہ
کہے کہ ذاتی علم غیب ہے وہ کافر ہے اب تو اس کے پاس کہنے کی کوئی بات
نہیں تھی۔ اب جو الٹی سیدھی باتیں ادھر ادھر کی کہنے لگا تو میں نے کہا کہ بھائی
ہم تو بہت مختصر بات کرتے ہیں بیکار ہمارا وقت ضائع نہیں کرو اتنا وقت تو
ہے نہیں۔ دو باتیں تم نے کہہ دیں وہ دونوں قابل استدلال نہیں ہیں اب ہم تم
سے ایک بات پوچھتے ہیں مختصر سی بات ہے ایک منٹ میں جواب دے دو ابھی
فیصلہ ہو جاتا ہے ۔ ہم نے یہ کہا کہ اشرف علی کی یہ عبارت دیکھی ہے ۔
اشرف علی نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ " پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ
پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ
علم غیب سے مراد کل علوم غیبیہ ہیں یا کہ بعض اگر کل علوم غیبیہ مراد ہیں تو یہ
تو عقلاً و نقلاً باطل ہے اور اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہے تو اس میں حضور ہی کی کیا
تخصیص ایسا علم تو ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع بہائم حیوانات کو حاصل ہے ۔ میں نے
کہا یہ عبارت ہے یا نہیں بولا ہے میں نے کہا کہ دیکھیے انہوں نے کہا علم غیب
ہے ۔ جتنا بھی ہو تھوڑا ہو بہت ہو علم غیب ہے ۔ ایسا علم غیب بچوں
جانوروں پاگلوں اور حیوانات کے لیے مانا یہ سارے غیر اللہ ہیں بچہ بھی غیر اللہ
پاگل بھی اور جانور بھی حیوانات بھی سب غیر اللہ ہیں اور غیر اللہ کے لیے علم

غیب ماننے سے مسلمان کافر ہوجاتا ہے اب یہ لکھو کہ ہمارے پیر صاحب بھی کافر ہیں اس لیے کہ غیراللہ کے لیے علم غیب مانتے ہیں۔ ٹال مٹول کرنے لگا تو میں نے کہا کہ تمہیں یہ صاف صاف بتانا پڑے گا۔ اور میں نے کہا کہ سنو امام رازی نے کیا کہا ہے دیکھو یہ تفسیر کبیر ہے امام رازی کہتے ہیں کہ یہ بات بھی بعید نہیں ہے کہ نحن نقول نحن نعلم الغیب ہم غیب جانتے ہیں وہ اپنے متعلق کہتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں کیا تم یہ کہتے ہو کہ امام رازی کافر ہیں کفر کا فتوی لگاتے ہو اب تو بہت حیران ہوا جواب تو بن نہیں رہا تھا اس لیے آخر میں جب کوئی جواب نہیں بن پایا اور مناظرہ بارہ بجے ختم ہونا تھا اور بارہ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ اور بحث کرنے کی باری تاج الاسلام کی تھی ان پانچ منٹوں سے متعلق چیئرمین کہنے لگا کہ یہ پانچ منٹ تاج الاسلام کے ہوں گے اس پر میں کھڑا ہوگیا اور میں نے کہا کہ بالکل غلط بلکہ آدھا آدھا وقت تقسیم کیا جائے گا لہذا ڈھائی منٹ اس کے ہیں اور ڈھائی منٹ میرے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ پورے پانچ منٹ کا وقت انہیں کو دیا جائے۔ تاج الاسلام کھڑا ہوچکا تھا وہ بیٹھ گیا اور بولا کہ وہ ڈھائی منٹ بھی انہیں کو دے دو۔ اب یہ پانچ منٹ مجھے مل گئے میں نے عوام سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ نے سن لیا کہ اس مناظرے کا فیصلہ کیا ہوا اور ہم نے تو عوام کو بتانا تھا ہم نے کہا فیصلہ یہ ہوا کہ ان کے پاس کوئی اس بات کی دلیل نہیں جو فتوی انہوں نے دیا تھا اور ان کا حال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب مانا گیا تو جھٹ سے امام نے کفر کا فتوی لگادیا اور جب بچوں اور پاگلوں اور حیوانات اور بہائم کے لیے علم غیب کا حکم لگادیا گیا تو اسے کافر کہنے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کے یہاں اللہ کے رسول کی عزت پیر کی عزت کے برابر بھی نہیں ہے جانوروں کا علم غیب ماننے سے مسلمان رہتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے کافر

ہوجاتا ہے یہ ہے ان کا فتوی اور اپنے اس مولوی کا حال دیکھ لو کہ اس کو ڈھائی منٹ بولنے کی بھی طاقت اب نہیں ہے اور ہم نے کہا کہ باقی مناظرہ کل ہوگا تو وہ کھڑا ہوا اور بولا کہ اب اور نہیں ہوگا تو پبلک کھڑی ہوگئی کہا کیوں نہیں ہوگا اور کہا کہ آج جمعہ میں تم نے یہاں تقریر کی تھی تم نے یہ کہا تھا کہ اگر مناظرہ ایک ہفتہ بھی ہوگا تو میں ایک ہفتہ یہاں رہوں گا۔ تم جمعہ میں کہہ چکے ہوں یہاں جب تک مناظرہ ختم نہیں ہوگااس وقت تک تم کو یہاں رہنا پڑے گا ابھی تو اور مسائل ہیں تمہارے عقیدے کی باتیں اور بھی ہیں اور بھی مناظرہ ہوگا۔ لہذا مناظرہ یہاں پر ہوگیا۔ اس وقت تو وہ بھی چلے گئے اور ہم بھی چلے آئے ۔ صبح آٹھ بجے ہم تیار ہوئے اور مناظرہ کے لیے آئے اور تاج الاسلام سے کہو کہ آؤ تو وہ کہنے لگا نہیں آوں گا ہم نے کہا نہیں آنا پڑے گا کہا کہ نہیں ہم نہیں آئیں گے ۔ خیر چیئرمین صاحب بھی دوڑے بھاگے مگر اس نے کہا کہ نہیں میں نہیں جاوں گا میں نے کہا کہ اچھا بھائی اگر نہیں آئے گا تو اب کیا کروگے مانک لے آؤ اور جب مانک لگایا تو ہم نے شیر بنگلہ صاحب سے کہا آپ تقریر کریں اور ان کے سب کفریات بیان کریں کیونکہ سب جگہ پانی ہی پانی تھا اس لیے یا تو لوگ گھروں میں تقریر سن سکتے تھے یا پھر مسجد میں یا پھر کشتی میں یہاں پر میدان تو تھا ہی نہیں کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ۔ شیر بنگلہ نے ان کے سارے گندے عقائد بیان کیے اور کہا کہ جس کو ہمت ہے وہ آئے اور مناظرہ کرے ۔ کسی کو ہمت ہی نہیں کہ بولے خیر جلسہ ہوگیااور جب سب لوگ جاچکے تو ہم بھی چلے اوردیکھا کہ کشتی ہماری بھی جارہی ہے اور ان کی بھی۔ جب ہم اسٹیشن پہنچے تو عوام نے ان کے خلاف کچھ نعرے لگادیئے کہ مناظرہ نہیں کیا آخر وہ جلدی سے ڈر کے مارے الگ جاکر دور پلیٹ فارم پر کھڑے ہوگئے اور پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلے آئے اور ہم اپنی گاڑی میں

بیٹھ کر چلے آئے اس طرح یہ تاج الاسلام سے مناظرہ ہوا۔ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ مناظرہ تحریر میں موجود ہے تو فرمایا کہ نہیں کیونکہ وہاں بنگلہ زبان تھی اور بنگلہ میں تو تحریر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت نے سلہٹ کا ایک اور واقعہ سنایا کہا کہ سلہٹ میں دوسال بعد لوگ پھر آئے اوران لوگوں نے کہا کہ ہم ایک بہت بڑے پیمانے پر جلسہ کرنا چاہتے ہیں وہاں جلسہ کا اصل موضوع ضاد ظاد ہے ۔ اور دیوبندی مولوی آنے کوہیں اس لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں شیر بنگلہ سے بھی بات ہوئی ۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ ہم بھی اور شیر بنگلہ گئے ۔ وہاں اتنا بڑا مجمع تھا کہ کیا کہا جائے جہاں تک نظر جارہی تھی لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے ۔ میرے خیال سے تقریباً ڈیڑھ دوسومولوی ہوں گے ۔ خیر جب ہم لوگ پہنچے تو پولیس وغیرہ بھی آئی ہوئی تھی کیونکہ ہنگامہ کا خطرہ تھا۔ پولیس نے کہا دونوں فریق ہمارے پاس آجائیں اور ضمانت دیں کہ کوئی ہنگامہ نہیں ہوگااورہنگامہ کے ذمہ دار یہ جلسہ کرنے والے ہوں گے تو دیوبندیوں نے مناظرہ سے انکار کردیا کہا کہ ہم مناظرہ ہی نہیں کریں گے اور نہ ہنگامہ کی ذمہ داری لیتے ہیں ہم نے کہا کہ تم ذمہ داری نہیں لوگے تو پھر تم خواہ مخواہ میں جھگڑا کراؤ گے تو ایس ڈی ایم نے ان کو بلاکر کہا کہ ٹھیک تم مناظرہ مت کرو مگر تم جلسہ میں بھی نہیں جاؤ گے اگر جلسہ میں کوئی ہنگامہ ہوا تو ساری ذمہ داری تمہارے اوپر ہوگی اور تم ہمارے ساتھ چلو اور وہاں جاکر مائک سے یہ اعلان کرو کہ ہمارا کوئی آدمی اس جلسہ میں نہیں آئے گا۔ مولوی کو یہاں پکڑ کرلائے اور اس نے اعلان کردیا کہ مناظرہ بھی ہم نہیں کریں گے اور اس جلسہ میں ہمارا کوئی آدمی نہیں آئے گا اور اگر آئے گا تو وہ اس کی ذمہ داری ہوگی اس کی ذمہ داری بھی ہم نہیں لیں گے ۔ یہ اعلان کرکے وہ چلا گیا اس کے بعد تقریریں شروع ہوئیں بہت سے مولوی تھے سب نے تھوڑی

تھوڑی تقریریں کیں اور پھر میری بھی تقریر کا نمبر آیا ضاد وغیرہ کی بات تو ویسے ہی رہ گئی اور ضاد کے بارے میں اصل میں اسی وقت کتاب لے گیا تھا اور ضاد کی بات بھی میں نے کہہ دی یہ ظاد جو ہے اس کے بارے میں میں نے بہت تلاش کر کے ایک عجیب بات نکالی کہ یہ ظاد آیا کہاں سے عربی میں تو ہے نہیں چونکہ عرب میں آج بھی اپنی بول چال میں کوئی ظاد نہیں بولتا وہ تو ضاد بولتے ہیں جیسے غضب کو غضب ہی کہتے ہیں غظب تو کہتے نہیں یعنی ظاء کے ساتھ کبھی نہیں کہتے تو شافیہ عربی گرامر کی ایک بہت بڑی اور پرانی کتاب ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ د ضاد غضصیفتہ من الحروف المستجنۃ وہ ایک مختصر کتاب ہے اس کی شرحیں بہت بڑی بڑی ہیں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ضاد ضعیفہ سے کیا مراد ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ضاد ضعیف یہ مستجن لفظ ہے من الحروف المستجنۃ ہے شارح نے لکھا ہے کہ ضاد ضعیفہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ضاد جو مشابہ ظاء کے ہو یہ ہے ضاد ضیعفہ اور مستجنۃ کا مطلب یہ ہے کہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے بلکہ اسلام عرب سے باہر نکل کر عجم میں پہنچا اور عجم کی بہت سی باندیاں قید ہو کر آئیں اور ان سے مسلمانوں کی اولادیں ہوئی انہوں نے اپنی ماں کی زبان کو بولنا شروع کیا۔ ضاد جو کہ عربی کا لفظ تھا وہ ان باندیوں کے بچوں کی زبانوں پر نہیں آتا تھا وہ ظاد بولنے لگے ۔ یہ باندیوں کی اولادوں سے نکلا ہے یہ ظاد عربی کا لفظ نہیں ہے جو لوگ ظاد پڑھتے ہیں یہ باندیوں کی اولادیں ہیں۔ اور اس سے متعلق شافیہ جیسی کتاب میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے ۔ اتنا سنانے کے بعد میں نے ان کے عقائد کی ساری کتابیں پڑھ کر سنادیں کہ یہ ہے تحذیر الناس اور حفظ الایمان وغیرہ وغیرہ اور وہ مولوی جو بوڑھے بوڑھے بیٹھے تھے جب جلسہ ختم ہوا توانھوں نے کہا کہ صاحب یہ تو کمال کی بات ہے ہم لوگ یہاں بوڑھے ہوگئے ہیں مگر آج تک ہمیں یہ نہیں معلوم کہ دیوبندیوں کے

عقیدے کیا ہیں۔ ہمارا اختلاف دیوبندیوں سے یہاں بہت رہتا ہے مگر ایک دومسائل میں رہتا ہے وہ میلاد کو حرام کہتے ہیں اور ہم میلاد پڑھتے ہیں مگر عقیدے کی یہ بات تو ہم نے سنی نہیں تھی اب یہ باتیں ہمیں معلوم ہو رہی ہیں ہمیں بھی ان کتابوں کے نام بتائیں تاکہ ہم بھی یہ کتابیں منگوائیں میں نے ان کو تمام کتابوں کے نام بتادیئے اور میں نے ان کو یہ بتایا کہ ہم تو یہ سنتے تھے کہ یہاں سلہٹ میں وہابی بہت ہیں مگر آپ کی تعداد بتارہی ہے کہ یہاں تو اہل سنت بہت ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ جتنے پرانے بوڑھے علماء ہیں وہ سب سنی ہیں یہ نئی عمر کے نوجوان جو دیوبند سے پڑھ پڑھ کر آئے ہیں ان کے عقیدے خراب ہیں انہیں سے ہماری ان بن ہے ۔ میں نے کہا کہ اس کو آپ کس طرح روکیں گے کہ دیوبندیت نہ پھیلے ورنہ یہ دیوبندی تو سب کے عقیدے خراب کردیں گے جب یہ آکر آپ کی جگہ پر بیٹھیں گے تو انہوں نے کہا کہ نہیں اب ہم بھی کتابیں منگوائیں گے اور ہم بھی عقیدے کی بات لوگوں کو سنائیں گے کہ ان کے عقیدے میں یہ خرابی ہے صرف میلاد کی بات نہیں بلکہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سارے اختلافات ہیں میں نے کہا کہ میلاد قیام تو مستحبات ہیں اصل خرابی تو یہ کفریہ عقائد ہیں جو ان کے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں یہ سب کچھ ہم ان کو سمجھا کر چلے آئے اس کا بہت اثر ہوا۔ اس کے بعد لوگوں نے بہت کام کیا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ جب آپ بنگال میں تھے تو فتوے بنگلہ زبان میں لکھتے یا اردو میں ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ فتوی تو اردو زبان میں لکھتے تھے اور مدرسوں کی تعلیم بھی اردو میں ہوتی تھی۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ اور کتنے علماء کرام تھے جو وہابیت کے خلاف بنگال میں کام کر رہے تھے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب میں بنگال گیا تو شروع میں کوئی عالم ہی نہیں ملتا تھا مگر جب میں نے کچھ زمانہ کام کیا تو پھر سینکڑوں علماء وہابیت کے خلاف تقریر کرنے لگے اور پھر سینکڑوں علماء کرام نے وہابیوں کی کتابیں منگوائیں تھیں اور جگہ جگہ علماء وہابیت کے خلاف تقریریں کرتے تھے۔ چٹاگانگ میں تو سنیت کا بہت کام ہوا۔ ڈھاکہ میں فرید پور کے ایک مولانا صاحب تھے بعد میں وہ مفتی احمد یار خان کے مرید بھی ہوگئے تھے ۔ انہوں نے مفتی احمد یار خان صاحب کی کتابوں کا بنگلہ میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ کتاب رحمت خدا ترجمہ کر کے اسی وقت چھپوادی تھی۔ اس کے بعد شان حبیب الرحمن کا ترجمہ کیا اور دوسرے علاقوں میں بھی بہت کام ہوا کمیلہ میں بھی بہت کام ہوا۔ میں ان سب جگھوں پر جاکر جلسہ کرتا تھا جلسہ کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ کھلنا میں جو جلسہ سب سے پہلے ہوا تھا وہ بھی عجیب تھا ہم علماء کو لیجایا کرتے تھے کاظمی صاحب کو ہم لے گئے شاہ عارف اللہ صاحب اور دیگر علماء کو ہم لے گئے اس سے قبل کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ وہابیت اور سنیت کیا چیز ہے عوام کی اکثریت تو پہلے بھی سنی تھی اب علماء بہت ہوگئے اپنے عقیدے پر

تقریر کرنے لگے ۔ اکثر تقریریں دیہاتوں میں ہوتی تھیں۔ میں دیہاتوں کے پروگراموں میں بہت کم جاتا تھا میرے پروگرام اکثر شہروں میں ہوا کرتے تھے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ بتائیں کہ کیا آپ تقریروں کے نذرانہ لیتے تھے۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم نے اپنے منہ سے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی نہ امامت کی اور نہ تقریر کی۔ آج بھی کراچی میں ہماری اکثر تقریریں ہوتی ہیں مگر کسی سے معاوضہ نہیں مانگا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب تقریر پر پیسہ لینے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا پیسہ لینا جائز ہے ۔ فتاوی شامی میں لکھا ہے اور اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے مگر علماء کی وقعت کے خلاف ہے ۔ مزید آپ نے فرمایامیں اکثر بغیر پیسہ کے تقریر کیا کرتا تھا تو شیر بنگلہ صاحب مجھے کہا کرتے تھے کہ مولانا صاحب آپ نے میرا کام بھی خراب کردیا اور کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسی تقریر ایسے دلائل کے ساتھ کبھی سنی نہیں۔ ایک دفعہ شیر بنگلہ تشریف لائے ان سے میں نے کہا کہ شیر بنگلہ کی تقریروں نے یہاں بہت کام کیاہے تو وہ کہنے لگے کہ جو کام آپ نے کیا وہ میں نے بھی نہیں کیا۔ ایک مرتبہ شیر بنگلہ صاحب کہنے لگے کہ مولانا بات یہ ہے (خانہ مروت ویران) آپ اگر ایسا ہی کریں گے تو آپ غریب ہی رہیں گے مگر میں کہا کرتا تھا کہ اللہ رازق

ہے دیتا رہے گا اللہ روزی سب کی چلاتا ہے ۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا عوام مجمع پر ہزاروں روپیہ خرچ کردیتی ہے اور اگر مولوی طے کر کے نہ جائے تو اس کو پیسہ نہیں دیتے وہ کہاں سے کھائے گا ہم اور ازہری صاحب دو آدمی ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں جب تقریر ختم ہوئی تو کہہ دیا سبحان اللہ بہت ہی عمدہ تقریر کی آپ کا بہت بہت شکریہ اپنے کرائے سے جائیں اور واپسی بھی اپنے کرائے سے آنا پڑتا ہے ہم لوگ برداشت کررہے ہیں مگرہر مولوی ایسا نہیں کرے گا کیوں کہ اگر ایسا کرے گا تو کھائے گا کہاں سے یہ عوام کا کام ہے کہ علماء کی ضروریات ملحوظ رکھیں۔ ہزاروں روپیہ جلسہ پر خرچ کرتے ہیں تو کچھ مولوی کو بھی نذرانہ کے طورپر دے دیا کریں اس طرح علماء کو بھی طے کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ۔ مگر اب سوچنا یہ ہے کہ وہ علماء جو کہ گزارہ ہی اس پر کرتے ہیں وہ کیا کریں مانگیں نہ تو پھر کیاکریں۔ اس لیے علماء مجبوری سے بھی مانگتے ہیں عوام اور حکومتِ دونوں کی خرابی ہے کہ نہ حکومت علماء کی سرپرستی کرتی ہے اور نہ عوام ۔ جب ان کے اخراجات ہی پورے نہیں ہوں تو کیا دین کا کام کریں گے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ فرمائیے کہ آپ نے 1967 ء میں مشرقی پاکستان میں پریس لگالیا تھا۔ اس کے بعد آپ کی مشغولیت کیا رہی؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ گزر اوقات کے لیے پریس چلتا رہااور پریس میں دارالافتاء کھلا رہا لوگ دین کے مسائل کے لیے رجوع کرتے اور ان کو سوالات کے جوابات دیئے جاتے رہے اور مناظرے والے بھی آتے

رہتے تھے سب کی ضرورت کے مطابق دین کی خدمت ہوتی رہی تھی مگر میں نے پریس کے معاملے کو دین کے معاملے میں دخل انداز نہیں ہونے دیا۔

سوال :-

حضرت مفتی مفتی جماعت اسلامی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ الیکشن کے بعد 1956 ء یا 1957 ء کی بات ہے ایک صاحب میرے پاس چٹاگانگ کے مدرسہ احمدیہ سنیہ میں آئے۔ اور کہا کہ صاحب یہاں تو ملنے والے لوگ ہی نظر نہیں آتے ہیں اور میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں اور آپ کا سنا ہے کہ آپ یوپی کے رہنے والے ہیں تو چلو صحبت میں بیٹھیں گے کچھ دیر بات کریں گے خیروہ کچھ باتیں کرنے کے بعد چلا گیا غالباً وہ دو تین مرتبہ اور آئے۔ انداز اور شکل و صورت سے وہ جماعت اسلامی کے آدمی معلوم ہوتے تھے مگر انہوں نے جماعت اسلامی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اس کے بعد وہ ایک دن بولے آپ نے جماعت کا لٹریچر وغیرہ پڑھا ہے چونکہ میں نے اس سے قبل جماعت اسلامی کا باقاعدہ لٹریچر پڑھا نہیں تھا اس لیے میں نے کہہ دیا کہ میں نے جماعت کا کوئی لٹریچر نہیں پڑھا۔ اور میں نے کہا کہ لوگوں سے سنا ہے کہ مودودی نے ایک نیا مذہب گھڑا ہے۔ اگر کوئی لٹریچر ہو تو دے دو تو وہ رسائل و مسائل دے گئے رسائل و مسائل مودودی کا فتویٰ ہے جس میں سوالات کے جواب دیئے گئے ہیں خیر میں نے اس کو پڑھا اس کے بعد وہ لینے آئے اور کہنے لگے آپ نے پڑھی کیسی ہے۔ مودودی صاحب کے بارے آپ کا کیا خیال ہے تو میں نے کہا کیا خیال ہو سکتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کہ خود تو اپنا نظریہ کچھ رکھتا ہو اور لوگوں کو اس کے

خلاف نظریہ رکھنے کو کہتا ہو۔ ایسے آدمی کو آپ کیا کہیں گے۔ یہ تو نفاق کا
کام ہے میں نے کہا یہ منافقت ہے مودودی صاحب تو منافق ہیں میں نے کہا
دیکھئے رسائل ومسائل میں انہوں لکھا ہے ان سے پوچھا گیا کہ علماء دیوبند و علماء
بریلی میں کون حق پر تھا تو انہوں نے کہا کہ علماء دیوبند حق پر تھے علماء بریلی
نے زیادتی کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس نے اپنے آپ کو علماء دیوبند
میں شمار کیا ہے کیونکہ جس کو وہ حق پر سمجھتا ہے اس کے خیالات نظریات پر
ہوگا اور وہ جماعت اسلامی کے سب لوگوں کو کہتے ہیں کہ تم فرقہ بندی میں مت
پڑو۔ آپ کو منع کرتے ہیں فرقہ بندی میں پڑنے سے اور خود ایک کو حق بتاتے
ہیں اور ایک کو باطل بتاتے ہیں یہ فرقہ بندی تو ہوگئی یہ تو نفاق کا کام ہے تو وہ
کچھ خاموش سے ہو گئے اس کے بعد میں نے کہا یہ تو میں نے پڑھا مگر اس
میں میں نے ایک مسئلہ دیکھا اور آپ تو ماشاء اللہ پڑھے لکھے ہیں اور وہ پروفیسر
تھے میں نے کہا یہ مسئلہ مجھے سمجھا دیں میں نے کہا کہ مودودی صاحب سے
سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ دے تو اس کی
زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس سوال کا جواب انہوں نے دیا کہ ہو جائے گی میں
نے کہا آپ جانتے ہیں چاند کے حساب سے ہر سال میں دس دن کا فرق ہوتا
ہے چھتیس سال کے بعد انگریزی سال چھتیس ہوں گے اور اسلامی سال سینتیس۔ اللہ
و رسول نے تو سینتیس سال کی زکوٰۃ فرض کی تھی اور بندے نے چھتیس سال
کی ادا کی اور سرزمین عرب پر لوگ سوائے قمری مہینوں کے کوئی مہینے نہیں
جانتے تھے ان کے یہاں کفار نے اور مشرکین نے بھی یہی مہینے جانے اور گنے
اور اللہ و رسول نے بھی نماز زکوٰۃ اور جو کچھ بھی فرض کیا وہ قمری مہینوں کے
حساب سے فرض کیا ہے لیکن مودودی صاحب نے چھتیس سال کی زکوٰۃ فرض
کردی اور اللہ و رسول نے سینتیس سال کی فرض کی تو یہ ایک سال کا کینسیشن

جو دیا یہ کہاں سے دیا تو بولے اس کو تو میں ان سے پوچھ کر بتاؤں گا میں نے
کہا اچھا پوچھ کر بتائیں تو پھر وہ لوٹ کر میرے پاس نہیں آئے۔ اس واقعہ کے
تقریباً دو سال بعد غالباً پہلی مرتبہ مودودی صاحب بنگال میں آئے جب ہمیں معلوم
ہوا کہ فلاں تاریخ کو چٹاگانگ میں آرہے ہیں میرے خیال سے یہ 1958ء سے
پہلے کی بات ہے تو ہم نے ایک اشتہار تیار کیا کہ امیر جماعت اسلامی سے ایک
سوال اردو و بنگلہ دونوں زبانوں میں کافی تعداد میں چھپوائے تھے جب وہ اسٹیشن
پر اترے تو وہ اشتہار بٹ رہے تھے اور تمام شہر میں بڑی تعداد میں پھیل گئے
تھے ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنی کتاب تجدید ایمان میں اسمٰعیل دہلوی
کو مجددین میں شمار کیا ہے اور ان کی کتاب تقویت الایمان اور عقائد کو بھی
دیکھنے کا مشورہ دیا ہے تو آپ کے مجدد کی تقویت الایمان کے علاوہ اور بھی کئی
کتابیں ہیں اور ان کی ایک کتاب صراط مستقیم ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خیال گدھے اور گھوڑے کے خیال میں
ڈوب جانے سے بدتر ہے (العیاذ باللہ) ان کی ایک کتاب اور ہے۔ اس میں
لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جہت سے زمانے سے مکان سے اور ادھر ادھر ہونے سے
پاک سمجھنا ہی حقیقتاً بدعت کی بات ہے اس کو بدعت سیئہ بتایا ہے۔ یعنی اللہ
تعالیٰ زماں میں بھی مکان بھی رہتا ہے اور سامنے آمنے ادھر ادھر بھی سب باتیں اللہ
کے لیے ہیں معاذاللہ۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو چیز زمانے میں ہوتی ہے وہ
متغیر ہوتی ہے بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے اس لیے کہ زمانے میں ہے اور ہر چیز پرانی
ہوجاتی ہے اس لیے کہ زمانے میں ہے تو اب تو معاذاللہ اللہ بوڑھا ہوگیا ہوگا
اس لیے کہ زمانے میں ہے۔ اور اس طرح مکان سے متعلق کہ جب اس نے
زمین و آسمان پیدا ہی نہیں کیا تھا تو معلوم نہیں کہاں رہتا تھا یہ انہوں نے لکھا
اس کے علاوہ تقویت الایمان کی جگہ جگہ عبارتیں بھی لکھی ہیں لہذا آپ یہ

بتائیے کہ آپ کی نظر میں ان عبارات کو دیکھنے کے بعد آپ پر اور آپ کے مجدد پر حکم شرعی کیا ہے۔ اگر آپ صاف صاف نہیں بتائیں گے تو عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوگی کہ آپ کی جماعت اسلامی کے نظریات اس مجدد کے نظریات کی طرح ہیں۔ آپ اسی اسلام کو پھیلانا چاہتے ہیں جو آپ کے اس خودساختہ مجددنے پیش کیے ہیں یہ تقویت الایمان کے بارے میں سوال تھا اور اس میں ایک سوال یہ تھا کہ آپ نے زکوہ کے متعلق یہ جو کہا ہے کہ انگریزی تاریخ کے حساب سے سال زکوہ پورا ہو سکتا ہے یہ حق آپ کو کہاں سے ملا کہ 37 سال کی زکوہ کو ایک برس کم کرکے حکم دے دیا اس کے علاوہ ایک بات اور بتائیے کہ آپ نے اپنے رسائل و مسائل میں یہ لکھا ہے کہ مجرد حدیث پر کسی ایسے مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاتی جو ایمان و کفر ہو اس لیے کہ جو کلام انسانوں سے انسانوں کی طرف منتقل ہوتا ہے وہ یقین کا فائدہ کبھی نہیں دے سکتا اس سے زیادہ سے زیادہ گمان پیدا ہو سکتا ہے ظن غالب ہو سکتا ہے تو لہذا ہم آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ بتائیے کہ قرآن آپ کو کیسے ملا ہے اگر قرآن بھی انسانوں سے انسانوں کی طرف منتقل ہو کر آپ تک پہنچا ہے تو قرآن بھی یقینی نہیں ہے وہ بھی ظنی ہوگیایا پھر آپ یہ کہیں کہ قرآن براہ راست جبریل آپ کو دے گئے تھے ان دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت ہے وہ آپ بتادیجیئے یہ چھاپ کر بانٹ دیا۔ اس کے بعد ہم نے معززین میں سے چار پانچ آدمیوں کا ایک وفد تیار کیا جو اس اشتہار کو لے کر مودودی صاحب جہاں ٹھرے ہوئے تھے وہاں چلے جائیں اور ان سے کہیں کہ صاحب اس کا جواب دیجیئے تو وہاں جاکر اشتہار دے آئے اور کہا کہ اس کا جواب دے دیں بولا کہ میں جلسہ میں اس کا جواب دوں گا اس کے بعد اس نے جلسہ کیا یہاں سرے سے اس کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ خیر مودودی چلے گئے اس کے کچھ عرصہ بعد تقریباً 1960ء

کی بات ہے ایوب خان کا دور تھا پھر آئے ۔ وہاں ایک بہت پرانا دار العلوم تھا اس دار العلوم کے پرنسپل مولوی شفیع بہت اچھے آدمی تھے عالم بھی تھے ایم اے اور لاء بھی کیا ہوا تھا اور سنی تھے ۔ وہ میرے پاس آتے رہتے تھے ۔ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ صاحب یہاں کے طلبہ کی جمعیت نے مودودی صاحب کو دعوت دی ہے اور وہ آرہے ہیں آپ بھی اس میں شرکت کریں میں نے ان سے کہا کہ صاحب میں تو اس قسم کے جلسوں میں جاتا نہیں ہوں جہاں اس قسم کے لوگ آئیں۔ اور الٹی سیدھی بکواس کریں۔ پرنسپل صاحب کئی مرتبہ آدمی بھیجتے رہے کہ آپ کی شرکت بہت ضروری ہے میں نے کہا اچھا بھائی ایک صورت ہے وہ یہ کہ جب وہ مقرر ہوں گے تو تم پرنسپل ہو تم صدر ہوگے اگر اس جلسہ میں مودودی صاحب نے کوئی ایسی بات کہی جو قابل اعتراض ہوئی تو آپ صدر ہوں گے تو آپ مجھ کو اجازت دیں گے کہ میں اس کا جواب دوں بولے کہ پہلے ہی مت کہیے گا میں نے کہا ٹھیک ہے میں پہلے نہیں کہوں گا۔ ہم نے کہا اچھی بات ہے ہم ایک طالب علم کو ساتھ لے کر اور ان کی کتابیں بیگ میں رکھیں اور پہنچ گئے ۔ گرمی کا زمانہ تھا صحن میں جلسہ ہو رہا تھا میں پہنچ گیا۔ جلسہ شروع ہوچکا تھا مودودی صاحب تقریر کررہے تھے ۔ صحن میں مجمع تھا اور برآمدے میں اسٹیج بنایا گیا تھا اور اسٹیج کے لیے ایک ہی چوکی تھی اور اس پر دو کرسیاں تھیں ایک صدر کی اور ایک مقرر کے لیے ۔ جب میں پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ اسٹیج پر تو اور جگہ نہیں ہے تو ایک کرسی اور منگوائی اور اسٹیج کے پیچھے ہی میرے لیے رکھ دی خیر مودودی صاحب فلسفہ غزالی اور دیگر باتیں کرتے رہے جب تقریر ختم کرنے کو ہوئے تو آخیر لفظ جو انہوں نے کہے وہ یہ تھے کہ میں آپ حضرات سے اور طلبہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت قیام اور قعود کے جھگڑے میں مت پڑئیے بلکہ تمام دینداروں کو متحد ہو کر بے دینوں کا

مقابلہ کرنا چاہیے بس یہ کہہ کر تقریر ختم کر کے اپنی کرسی پر بیٹھنے لگے تو میں جلدی سے کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا کہ صاحب ایک بات پوچھنا ہے یہ سن کر انہوں نے پیچھے دیکھا اور کہا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے میں نے کہا کہ وقت کیوں نہیں ابھی تو مغرب میں بہت وقت ہے آپ ابھی جو کہہ رہے تھے تمام دین داروں کو متحد ہو کر بے دینوں کا مقابلہ کرنا چاہیے آپ اس کی وضاحت کردی جیئے ۔ جواب تو نہ دیا بلکہ جلدی سے اپنی کرسی سے اٹھ کر چل دیئے ۔ اس پر ہم نے کہا کہ دیکھا یہ تو بات سننے ہی کو تیار نہیں ہیں میں چونکہ چوکی کے پیچھے کرسی پر بیٹھا تھا مودودی تو چلا گیا مگر مجھے تو یہ معلوم تھا کہ چٹاگانگ میں کوئی ایسا ہے ہی نہیں کہ جس کو یہ جرات ہو کہ تم مت بولو خیر میں نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے مودودی نے تقریر کی اور مجھے ان کی تقریر میں کچھ امور کی وضاحت چاہیے تھی اور وہ سننے ہی کو تیار نہیں اور وہ جارہے ہیں ۔ میں نے کہا کہ میں جو کچھ پوچھنا چاہتا تھا وہ آپ حضرات کو تو بتاہی دوں میں نے کہا کہ میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ مودودی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ اس وقت دینداروں کو ایک ہوکر بے دینوں کا مقابلہ کرنا چاہیے کم سے کم یہ تو بتادیں کہ کون کون دیندار ہیں اور کون کون بے دین ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بے دینوں سے متحد ہو جائیں لہذا دیندار اور بے دین جماعتوں کی نشاندہی تو کردیں تاکہ ہم اتحاد کرتے وقت اس کا خیال کریں اور مودودی صاحب اس کو سننے ہی کو تیار نہیں ہیں اور میں یہ بھی بتادوں کہ آپ کو یہ جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں اصل میں بات یہ ہے کہ یہاں جو لوگ بیٹھے ہیں سب حنفی ہیں اور مودودی کے نزدیک حنفی ہیں بے دین اس لیے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک پڑھے لکھے کے لیے تقلید ناجائز ہے بلکہ گناہ ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ ہے ۔ اور ناجائز سے بڑھ کر کفر ہی ہوتا ہے تو مودودی صاحب کے نزدیک حنفی

جو ہیں وہ بے دین ہیں اور کفر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ لہذا آپ بتائیں اب یہاں کس کو دین دار بتائیں اس وجہ سے بتانے کو بھی تیار نہیں ۔ اس کے بعد بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) میں 1970 ء کے الیکشن ہونے کو تھے ۔ اس موقع پر جماعت اسلامی بڑا زور لگا رہی تھی اور بڑے زور شور سے پروپیگنڈہ کر رہی تھی کہ مغربی پاکستان میں سو فی صدی سیٹیں ہماری ہیں اور مغربی پاکستان میں آکر کہتے تھے کہ ہماری سو فی صدی سیٹیں بنگال میں ہیں۔ ان کے اس پروپیگنڈہ کی وجہ سے عوام پر پریشر تھا کہ حکومت جماعت کی بنے گی ۔ پروفیسر رمز بنگلہ دیش کی جماعت اسلامی کے امیر تھے ۔ میں نے الیکشن کے سلسلے میں تمام شہر کے معززین وکلاء اور دیگر مالدار لوگوں کو ایک جگہ بلایا۔ سلطان نامی ایک بہت ہی اچھا آدمی تھا اور بہت سخت قسم کا سنی تھا اور بہت مالدار تھا اس سے ہم نے کہا کہ بھائی ہم ایسا پروگرام کرنا چاہتے ہیں تو اس نے کہا کہ میرا گھر حاضر ہے ۔ اس نے اپنے گھر کی دوسری منزل پر ایسی تقریبات کرنے کے لیے ایک ہال بنا رکھا تھا اور اس ہال میں تمام انتظام پورا تھا کھانے کی لیے ٹیبل وغیرہ ڈال رکھی تھیں اور ہر ٹیبل پر پانی کے کنکشن بھی دیئے ہوئے تھے درمیان میں میں اس کا ایک واقع سناتا ہوں کہ وہ آدمی بالکل جاہل تھا مگر میرا اور شیر بنگلہ صاحب کا بہت چاہنے والا تھا اور کبھی کبھی وہ اپنے گھر میں اسی بلڈنگ کی تیسری منزل پر میلاد کرتا تھا اور اس تقریب میں مجھے اور شیر بنگلہ صاحب کو بھی تقریر کے لیے بلاتا تھا اور دونوں کی ایک ساتھ تقریر کراتا تھا ایک مرتبہ اس کا آدمی آیا یا ٹیلیفون آیا کہ میلاد ہے اور اس میں آپ کی دعوت ہے تو میں نے کہا کہ گاڑی بھیج دینا جب اس کا ڈرائیور لینے آیا تو ڈرائیور نے بتایا کہ شیر بنگلہ صاحب کی تقریر کل ہوگئی اور آج آپ کی تقریر ہے ۔ میں نے کہا کہ یہ تو ہمیشہ ایک ساتھ دونوں کو بلاتے تھے اس دفعہ کیا ہوگیا کہا مجھے نہیں معلوم ۔ خیر میں جب پہنچا

تو میں نے ان سے پوچھا کہ بھائی اس دفعہ الگ الگ تم نے پروگرام کیوں رکھا تو کہا میرے بھتیجے کی شادی ہے اور یہاں شادی میں ہوتا یہ ہے کہ لوگ کئی کئی دن تک مائک بجاتے ہیں اور بہت بڑا سلسلہ ہوتا ہے اور میرے گھر والے بھی اس میں شریک رہتے ہیں کہ تم یہ کرو یہ کرو تو میں نے کہا کہ یہ نہیں کروں گا شادی کی خوشی ہے تو میں دو دن میلاد کر دیتا ہوں کل شیر بنگلہ صاحب کو بلا کر تقریر کرادی اور آج آپ کی تقریر ہے ۔ ہم نے اس کو تیار کیا تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے ۔ میں نے تمام شہر کے پڑھے لکھے لوگوں کو دعوت دی اور ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ دیکھو ابھی جو حالت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو عوامی لیگ ہے اگر عوامی لیگ کامیاب ہو جاتی ہے تو دین ختم کر دے گی کیونکہ اس کے یہاں بے دینی ہے ۔ شوشلزم اور وطنیت دونوں لعنتیں اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ایک طرف جماعت اسلامی یہ اگر آگئی تو ہمارے دین کو یہ بھی خراب کر دے گی اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سنیت کی بنیاد پر کوئی جماعت ہو میں نے کہا کہ یہ وقت تو نہیں ہے جماعت بنانے کا مگر کم سے کم تم یہ کرلو کہ ایسے آدمی کو دیکھو کہ جو سنی ہو اسے ووٹ دے دو اگر وہ کامیاب ہو جائے گا تو مذہب کے معاملے میں ہمارا کچھ نہ کچھ تو کام کرے گا بہت اچھا پروگرام رہا۔ سلطان صاحب نے بھی بہت اچھی تقریر کی۔ سب نے اچھی تقریریں کیں۔ ایسا جلسہ بہت کم کامیاب ہوا ہوگا جیسا یہ جلسہ کامیاب ہوا۔ اب پروفیسر رمز نے یہ سوچا کہ ہماری مخالفت میں یہ سب آگے آگے ہیں۔ ایک صاحب تھے سید صاحب بہت مالدار آدمی تھے اور میرے بھی ان سے بہت اچھے تعلقات تھے ان کا مکان بھی میرے قریب میں تھا۔ کارخانہ بھی پاس ہی تھا ٹرک وغیرہ بھی ان کے بہت تھے ۔ اتوار کو کبھی کبھی میں ان کے ہاں چلا جاتا تھا یا پھر وہ میرے پاس آجاتے تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ رمز

صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے میں مولانا صاحب سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ان سے پوچھیے وہ مجھ سے بات کریں گے کہ نہیں میں نے جواب دیا کہ بات کرنے میں کیا حرج ہے وہ جب چاہیں میرے ساتھ بات کریں انہوں نے کہاکہ میں اپنے گھر ان کے ساتھ پروگرام طے کو لیتا ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے خیر اتوار کو انہوں نے طے کیااور اتوار کو بارش ہوگئی نہ وہ آئے اور نہ میں گیا اس کے کئی اتوار بعد ایک دن میں ان کے یہاں بیٹھا تھا تو کہنے لگے رمز کا پھر ٹیلیفون آیا تھا کہیں تو ابھی بلالوں میں نے کہا ضرور بلالو خیر رمز صاحب اور ان کے ساتھ دو بنگالی مولوی تھے آگئے اور بھی پانچ دس آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ رمز صاحب آئے اور آکر تمہید شروع کی کہ تقریباً اٹھارہ سال ہو گئے ہیں مودودی صاحب سے میرا تعلق ہے اور میں میٹنگوں میں شریک ہوتا ہوں اور ہر معاملے میں ان کے ساتھ شرکت کا موقع ملتا ہے میں نے اندازہ کیاہے کہ مودودی صاحب کی ہر میٹنگ میں جو رائیں ہوتی ہیں ان کووہ بہت غور سے سنتے ہیں ممبران کی جو رائے ہوتی ہے اس کو بہت غور سے سننے کے بعد جو متفقہ فیصلہ ہوتا ہے اس کو عمل میں لاتے ہیں خیر اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مودودی صاحب ڈکٹیٹر نہیں ہیں۔ جب وہ اپنی بات ختم کرچکے تو میں نے کہا کہ رمز صاحب دیکھیے بات یہ ہے کہ آپ کی میٹنگوں میں کیا ہوتا ہے وہ مجھے کیا معلوم آپ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے مگر ہمیں اس سے کیا کام ہے ہمیں تو ظاہر کی باتیں بتائیں جو عوام کے سامنے آنے والی ہیں۔ میں آپ سے ایسی بات پوچھتا ہوں کہ آپ بتائیں کہ اگر فرض کر لیجیئے کہ مودودی صاحب نے اب تک جتنی تصانیف لکھی ہیں ان میں ہمیں بریلویوں کو اختلاف ہے اور بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں دیوبندیوں کو اختلاف ہے اور بعض مسائل ایسے ہیں کہ غیر مقلدوں کو بھی ان میں اختلاف ہے اور بعض ایسی باتیں ہیں کہ سب کو

اختلاف ہے بریلویوں دیوبندیوں غیر مقلد سب ہی کو اختلاف ہے جیسے صحابہ کرام کا حجت ہونا ہے یا اس قسم کے مسائل ہیں اس میں سب کو اختلاف ہے تو آپ ہمیں یہ بتائیے کہ مودودی صاحب نے اپنی پوری عمر میں ایسی کسی بات سے رجوع کیا ہے کہ جس میں علماء کرام کو یا سب مسلکوں کو یا سب مذاہب کو اختلاف ہو۔ اگر کسی ایک بات کو انہوں نے کہیں بدلا ہو تو وہ ہمیں بتائیے تو ہم اندازہ کریں گے کہ وہ دوسروں کی رائے کو کتنا مانتے ہیں اس پر وہ خاموش ہو گئے جواب ہی نہیں دیا واقعی اس نے عمر بھر کبھی اپنے الفاظ سے رجوع کرنے کا سیکھا ہی نہیں کہ غلط بات سے رجوع کرے ان کے ہاں یہ شعبہ ہی نہیں ہے میں نے کہا تو اچھا صاحب اب آپ مجھے بتائیے کہ ہم آپ کی تائید کردیتے ہیں اور آپ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں سو فی صدی سیٹیں آپ کو مل جاتی ہیں حکومت بھی آپ بنالیتے ہیں اس کے بعد قانون اسلام بھی آپ بنائیں گے اسلام کا نفاذ کریں گے آپ ہمیں یہ بتائیے کہ آپ نے جتنے ممبر کھڑے کیے ہیں پروفیسر ہیں وکیل ہیں ڈاکٹر ہیں انجینئر ہیں یہ سب پڑھے لکھے ہیں مگر عالم کو آپ نے کوئی ایک ٹکٹ دیا ہے کہیں کسی عالم کو آپ نے کوئی ٹکٹ نہیں دیا تو آپ جو قانون بنائیں گے یہ کیسے بنائیں گے آئین جو بنائیں گے وہ کون بنائے گا پھر وہی بنے گا کہ مودودی صاحب آپ کو وہاں سے مسودہ بنا کر دیں گے اور آپ لاکر اسمبلی میں پیش کریں گے اور پاس کرلیا کریں گے بولے ہوگا تو یہی تو آپ ہمیں مطمئن کردیجئے کہ عمر بھر میں مودودی صاحب نے ہماری ایک بات مانی ہو تو اس وقت وہ ہماری بات کس طرح مانیں گے بولے مودودی صاحب کسی کو اپنی رائے پر مجبور نہیں کرتے وہ تو رائے دیتے ہیں لوگ مان لیتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے یہ بھی آپ صحیح کہہ رہے ہیں مگر دیکھیے ستر حدیثیں ہیں کہ حضور صلی علیہ وسلم نے واعفوا اللحی فرمایا یعنی داڑھیوں کو لمبا

کرو اور چودہ سو برس میں تمام صحابہ کرام تابعین اور صالحین اور متقین بلکہ مسلمانوں کا یہ شیوہ رہا ہے اور نیک متقی مسلمان چودہ سو برس تک سب داڑھیاں رکھتے رہے یہ تو چودہ سو برس کا امت کا عمل تھا اور اس پر ثبوت کے لیے ستر حدیثیں تھیں ایک مودودی صاحب نے کہہ دیا کہ تھوڑی سی داڑھی رکھنا کافی ہے اور ان کی بھی تھوڑی سی تھی تو پوری جماعت اسلامی نے اتنی ہی داڑھی رکھ لی جتنی انہوں نے کہی تھی اور جس کے ماننے والے ایسے ہوں جو حدیثوں کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں اور چودہ سو برس مسلمانوں کے عمل کو بھی چھوڑ کر مودودی کے گرویدہ بن جاتے ہیں تو وہ کیونکر کہے گا میری بات مانو اسے کہنے کی کیا ضرورت ہے وہ جو کہہ دے گا اس کو ویسے ہی لوگ مان لیتے ہیں بہرحال وہ اٹھ کر چلے گئے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ کیا 1970ء کے الیکشن میں ہی بنگال کے علیحدہ ہونے کے اثرات تھے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بنگالی ملک کی ایک عظیم اکثریت تھے اور ان کے ساتھ زیادتی کی جاتی تھی ان کو ذلیل سمجھاجاتا تھا وہ پڑھے لکھے کم تھے تو حق تو یہ تھا کہ ان کی حالت بدلی جاتی۔ اور ان کا پورا پورا خیال رکھا جاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا وہ غریب بھی بہت تھے اور پڑھے لکھے بھی نہیں تھے یہ حکومتوں کا فرض تھا کہ انہیں انسان بناتے اور پڑھاتے لکھاتے مگر اس کے برعکس انہیں ذلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ طریقہ بالکل غلط تھا اور آفیسر جتنے جاتے رہے مغربی پاکستان

سے جاتے رہے اور آفیسروں نے جاکروہاں کبھی بھی ان بنگالیوں کو منہ نہیں لگایا اور یہ جذبہ تو ان میں پہلے ہی سے موجود تھا کہ ہم کو ذلیل سمجھا جاتا ہے یعنی ایسے ایسے واقعات ہوئے بالکل شروع 1948ء میں کیا ہوا اس وقت میرے خیال سے لوگ آہی رہے تھے چونکہ بھائی ٹرین کے اسٹیشن پر تھے اور وہیں اسٹیمر کا اسٹیشن بھی تھا دونوں اسٹیشن ملے ہوئے تھے۔ کلکتے سے جو جہاز آیا کرتے تھے وہ وہیں رکتے تھے۔ ایک صاحب جہاز میں سے اتر کر چلے راستے پر ایک آدمی بیٹھا ہوا رسائل اور کتابیں بیچ رہا تھا بوڑھا آدمی تھا یہ صاحب جو ابھی ابھی جہاز سے اتر کر آئے تھے انہوں نے ایک کتاب اس میں سے اٹھائی جب دیکھی کہ بنگالی ہے تو ایسے پھینک کر ماری کہ یہ تو بنگال کی ہے تو وہ شخص منہ دیکھنے لگا اور کہا کہ یہ شخص فتنہ پیدا کرے گا تو یہ حالت تھی۔ یہ ان کی زبان ہے اور جب تم ان کی زبان کے ساتھ یہ برتاؤ کروں گے تو بات ٹھیک نہیں تھی۔ اس قسم کے برتاؤ ان کے ساتھ ہو رہے تھے۔ الیکشن کے وقت تک شیخ مجیب الرحمن کا بھی علیحدگی کا ارادہ نہیں تھا یہ ٹھیک تھا کہ وہ بنگالی حقوق کے لیے مطالبہ کررہا تھا اور جب الیکشن اکثریت اس کی تھی تو بھٹو کا یہ کہنا کہ تم وہاں ہم یہاں یہ تو بالکل اصول کے خلاف تھا اکثریت جس کی تھی اس کو حکومت ملنا چاہیے تھی۔ 23 مارچ 1970ء کا اجلاس جو یحیی خان نے ملتوی کیا یہ بغیر مجیب سے پوچھے ہوا اس دن سے اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ یہ ہرگز بنگالیوں کے ہاتھ میں حکومت نہیں دیں گے اکثریت ہماری ہے مگر ہم سے اسمبلی کے اجلاس کا پوچھا بھی نہیں۔ انہوں نے صرف بھٹو کے کہنے پر ملتوی کردیا۔ اس کے بعد اس کا ذہن بدلا اور اس کے ذہن میں علیحدگی کی بات آئی۔ اس کے بعد جب بات زیادہ بڑھی تو اس نے کہا کہ ٹھیک تم ادھر ہم ادھر۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ 1970ء کے الیکشن اور بنگلہ دیش کے سلسلے میں ہمارے علماء کا کیا کردار رہا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علماء میں سے بنگالی تو زیادہ تر عوامی لیگ کا ساتھ دے رہے تھے اور کچھ مسلم لیگ کے ساتھ بھی تھے جیسے شیر بنگلہ صاحب تھے اور عوامی لیگ کی بہت مذمت کرتے تھے اور کچھ علماء نادانستہ طور پر نظام اسلام کے ساتھ چلے گئے تھے یا سرینہ والوں کی حزب اللہ ایک پارٹی تھی اس میں چلے گئے تھے۔ سب مختلف تھے ایک آواز نہیں تھی اور میں تو سیاست میں پڑتا نہیں تھا جہاں مذہبی معاملہ ہوتا تھا اس میں شریک ہوتا تھا اور لوگوں کو کہتا تھا کہ میں کسی سیاسی پارٹی میں حصہ نہیں لوں گا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ بنگلہ دیش سے کب پاکستان تشریف لائے؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں 22 مارچ 1971ء کو وہاں سے چلا ہوں اور 25 مارچ 1971ء کو ایکشن ہوا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ سخت ہنگامے تھے جہاز انہوں نے روک دیئے تھے وہاں سے پہلا جہاز شمس چلا تھا اور دوسرا جہاز رستم تھا۔ میں رستم سے آنے والا تھا اول تو ٹکٹ ملنا سب سے بڑا مشکل مسئلہ تھا۔ میرے ساتھ معاملہ یہ تھا کہ میرا دوچار مہینہ پہلے ہی سے ارادہ تھا کہ بچوں کو پہنچادوں اور میرا ارادہ یہاں رہنے کا تھا وہاں رہنے کا ارادہ نہیں تھا اسی لیے گھر یہاں بنایا تھا اور سامان وغیرہ میں نے ٹھیک کرلیا تھا۔

جہاز کمپنی کے منیجر میرے جان پہچان کے تھے اور عقیدت مند بھی تھے زمان
ان کا نام تھا آدمی بہت معقول تھے میں نے ان سے کہا کہ مجھے جانا ہے تو وہ
بولے کہ جب آپ کو جانا ہو تو بتائیں میں آپ کو ٹکٹ دے دوں گا اس لیے
ٹکٹ کی تو مجھے امید تھی۔ جس مہینے میں جانے کو ہوا اسی مہینے میں ایک دو
جہاز آیا کرتے تھے اور اسی دوران جس مکان میں رہتا تھا ان کے یہاں ایک
شادی ہونے کو تھی تو وہ بولے آپ کتنے زمانے سے یہاں رہتے ہیں اور عورتیں
یہاں رہتی ہیں اور سب ایک ساتھ رہتے ہیں آپ اس شادی میں شریک ہو جائیں
اس طرح دو تین مہینے یوں ہی گزر گئے اس کے بعد ہنگامے شروع ہو گئے۔
سامان وغیرہ میرا پیک کیا ہوا رکھا تھا۔ اب جب زیادہ ہنگامہ ہوئے تو جہاں میں
رہتا تھا وہاں مہاجر کیمپ تھا۔ دو بستیاں مہاجروں کی تھیں اور امین جوٹ مل اس
کے قریب میں تھا اور سارا ہنگامہ امین جوٹ مل سے شروع ہوا کرتا تھا اور
بنگالیوں کا سارا زور وہاں پر تھا اور اسی راستے سے روز لاٹھی ڈنڈا لے کر جاتے
تھے تو ہنگامہ سب وہیں ہوا کرتا تھا اور لب سڑک ایک فیکٹری تھی اس کے
مکان میں کرائے پر رہتا تھا۔ وہ بنگالی جو مدرسہ کے تھے ان کا قریب ہی گاؤں تھا
وہ طالب علم مجھے ساتھ لے گئے اور میرے مکان پر باقاعدہ پہرا لگا دیا کہ دیکھو
مولانا صاحب کے مکان کے قریب کسی کو نہ آنے دینا جب یہ بات معلوم ہوئی
کہ کوئی جہاز ہی نہیں جائے گا تو بڑی پریشانی ہوئی مگر یہ معلوم ہوا کہ رستم جہاز
جائے گا تو میں زمان کے یہاں پہنچا میں نے کہا کہ ٹکٹ چاہیے بولے مولانا
ٹکٹ کا مسئلہ تو بڑا مشکل ہو گیا ہے پہلے تو ملٹری والے آکر بیٹھتے تھے ان سے
ٹکٹ چوری کر لیتے تھے مگر اب تو عوامی لیگ والوں نے یہ آرڈر دیا ہے کہ ہمارا
آدمی بیٹھا رہے گا۔ اس کے سامنے آپ ٹکٹ سیل کریں گے اس میں چوری
کرنا بھی بڑا مشکل ہے اور اب ٹکٹ نکالنا میرے لیے ناممکن سا ہو گیا اور میں

نے آپ سے جو وعدہ کیا تھا تو وہ کئی مہینے پہلے کی بات ہے مزید اس نے کہا کہ
میں آپ کے ساتھ اتنی مدد کروں گا کہ ایک تو جہاز کی تاریخ اور جس دن ٹکٹ
بک کرنے ہوں گے اس سے ایک دو دن پہلے آپ کو بتادوں گا۔ ویسے تو کسی کو
پہلے بتایا نہیں جاتا ہے تو آپ اپنا ایک آدمی وہاں لین میں لگا دیجیئے گا چونکہ آپ
کو پہلے سے معلوم ہوگا آپ شام کو ہی بھیج دیجیئے گا اور میں پوری کوشش کروں گا
کہ آپ کو ٹکٹ مل جائے ورنہ آپ اپنا آدمی تیار رکھیں ہم نے کہا اچھی بات
ہے چنانچہ انہوں نے ہمیں بتادیا کہ فلاں تاریخ کو ٹکٹ سیل ہوں گے تو ہم
نے سرٹیفکٹ وغیرہ دے کر مدرسہ کے ایک طالب علم کورات کو بھیج دیا چونکہ
صبح کو ٹکٹ بٹنے تھے طالب علم جاکر لین میں رات بھر لگا رہا اور صبح جب ہم
جب پہنچے تو بڑی لمبی لین لگی ہوئی تھی قریبا بیس پچیس آدمیوں کے بعد وہ لڑکا لگا
ہوا تھامگر جہاں ہے وہیں ہے۔ لوگ پیچھے سے آتے اور دھکا دے کر آگے
گھس جاتے تھے وہ بیچارہ آگے ہی نہیں بڑھ پا رہا تھا اور جہاز بھی چھوٹا تھا تو
اب کیا کریں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ وہ زمان آئے تو میں نے ان سے کہا
تو بولے دیکھیے ابھی کوشش کروں گا تو وہ اندر آفس میں چلے گئے تو میں آفس
کے دروازے کے یعنی کھڑکی جہاں سے ٹکٹ دے رہے تھے وہاں کھڑا ہوگیا
تاکہ دیکھوں کہ زمان کیا کرتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ اندر وہ آدمی جو ٹکٹ بیچ
رہا ہے اس کا نام مجھے یاد نہیں بڑا پکا سنی ہے اس نے مجھے دیکھ لیا اور کہا کہ
مولانا صاحب آپ پیسے مجھے دے دیجیئے میں نے روپے اس کے ہاتھ میں دے
دیئے اور لوگوں نے شور مچادیا کہ بغیر لین کے ٹکٹ لیتے ہیں تو میں وہاں سے
بھاگا اور دور جاکر کھڑا ہوگیا میں نے کہا کہیں لوگ بگڑ نہ جائیں۔ اس کے بعد
وہ زمان اندر سے نکل کر آئے اور میں ان کے پاس گیا انہوں نے کہا کہ آپ
چلے جائے اور شام کو آفس میں آکر ٹکٹ لے لیں خیر میں چلا آیا۔ جن کے

مکان میں رہتا تھا انھوں نے بھی ایک اپنا اور ایک اپنی بیوی کے ٹکٹ کے لیے کہا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہم بھی چلیں گے وہاں جاکر بچوں کے رہنے کی جگہ وغیرہ بنائیں گے یہاں اب رہنا مشکل ہے حالانکہ مالدار آدمی تھے اور کارخانہ وغیرہ بھی تھا۔ میرے ٹکٹوں میں دو ٹکٹ ان کے بھی تھے۔ جب شام کو میں لوٹ کر آیا تو انھوں نے کہا کہ ایک آدمی کے لیے اور ٹکٹ چاہیے وہ بیچارہ بڑا مصیبت میں ہے اور ہم نے اس سے وعدہ کرلیا ہے کہ ہم تم کو بھی ٹکٹ خرید کر دیں گے۔ میں نے کہا اچھا دیکھوں گا۔ اب زمان کا ٹیلیفون آیا کہ صاحب آپ کی فیملی کے ٹکٹ ہم نے بنادیئے ہیں اور کسی کے لیے ہم سے مت کہیے بڑی سخت مشکل سے آپ کے لیے ٹکٹ نکلے ہیں اور کہا کہ فیکٹری والوں اور وہ جو دوسرا آدمی بہت پریشان تھا ان سب کے ٹکٹ چھوڑ دیئے ہیں اور آپ اپنے ٹکٹ شام کو منگوالیں اب ہم بہت پریشان کہ ان بیچاروں سے ہمارے ایسے تعلقات ہیں کہ کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا اگر ہم چلے جائیں اور ان کو چھوڑ جائیں تو یہ کہیں گے کہ انھوں نے ہمارے لیے کوئی کوشش نہیں کی اب کیا کریں ان سے ہم نے کہا کہ ایسی ایسی صورت ہے بولے کہ جاکر دیکھیے شاید مل جائیں تو ہم نے ان کے لڑکے کو بھی ساتھ لیا اور ان کا اپنا رکشہ تھا اس میں بیٹھ کر گئے۔ جب ہم پہنچے تو میں نے کہا بھائی زمان سیٹھ ایسی ایسی پوزیشن ہے اور ہماری بڑی بے عزتی کی بات ہے دل کو بھی افسوس ہوتا ہے کہ اتنا زمانہ تقریباً بارہ سال تک ایک ساتھ رہے اور اب ہم ان کو چھوڑ جائیں اس لیے دو ٹکٹ کم سے کم ان کے اور دے دو تو بولا دو دو بھائی ان کے بھی دے دو۔ وہاں سے ٹکٹ لے کر نکلے اسی دن بھاشانی کا جلسہ تھا جلسہ ختم ہوا اور پبلک نکلی اور لاٹھی ڈنڈے لیے دوڑے ہمارے ڈرائیور نے دیکھا تو کہا صاحب کہاں پھنس گئے تو وہ گلیوں میں بھاگا اور بڑی مشکل سے جان بچائی اور گھر پہنچے۔

جس دن ٹکٹ ملے اس کے ایک دن بعد جہاز کی روانگی ہے اور پریس کا انتظام ابھی کرنا ہے اور بازار بند پڑا ہے خیر ڈاکٹر صاحب جو ہمارے منیجر تھے ان کو گھر سے بلوایا اور ان کو چیک بک پر خرچہ کے لیے دستخط کر کے دیئے اور ان سے یہ کہا کہ جب تک ہم لوٹ کے آئیں گے اس وقت تک تم چلانا۔ اور سوچا کہ سامان لے جانے کو ٹرک کہاں سے آئے گا خیر ایک ٹرک والے کو خبر دی وہ بیچارہ صبح ہی آگیا۔ اور جیٹی پر جانے کے لیے مقیت صاحب سے کہاان کی بہت گاڑیاں تھیں وہ دو کاریں لے کر آجائیں تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے کاریں ہم لے کر آجائیں گے وہ خود جیٹی پر کام بھی کرتے تھے۔ وہ آگئے اب سامان کے لیے معلوم ہوا کہ راستے میں عوامی لیگ کے لوگ سب سامان چھین لیتے ہیں اور چھ سات میل دور جیٹی تھی اور اگر سامان چھن جائے گا تو کریں گے کیا۔ تو عوامی لیگ کے ہی لڑکے محلے کے تھے کہا کہ مولانا صاحب سامان ہم پہنچائیں گے وہی بیچارے سب ٹرک پر بیٹھ کر گئے اور جیٹی میں سامان پہنچا کر آئے۔ میرا ذاتی جہاں تک تعلق تھا بنگالی بھی اور دوسرے لوگ بھی بہت احترام کرتے تھے صرف وہابیت کی بناء پر یہ ہی لوگ دشمن تھے مگر اس بناء پر بنگالی میرا کوئی مخالف نہیں تھا۔

سوال :۔

حضرت مفتی صاحب کیا آپ دوبارہ بنگلہ دیش واپس گئے ہیں؟

جواب :۔

حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ میں ابھی تک واپس نہیں گیا لوگوں نے خطوط بہت لکھے مگر جاننے والے منع کرتے ہیں کہ آپ کا آنا ٹھیک نہیں لاقانونیت اب بھی یہاں ہے اور آپ سے مذہبی مخالفت تو ہے

ایسے موقع پر لوگ اپنی مخالفت کا فائدہ اٹھالیں گے اس لیے آپ کا یہاں آنا اب بہتر نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں لکھ دیتا ہوں میں نہیں آوں گا۔

سوال :-

حضرت یہ بتائیں کہ آپ نے جو پریس لگایا تھا اس کا کیا ہوا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ 23 مارچ کو میں چلا آیا اور 25 مارچ کو ملٹری ایکشن ہوا اور چٹاگانگ کے اوپر ملٹری حملہ آور ہوگئی اس کے بعد وہاں آکر انہوں نے مورچہ بنایا جہاں ہمارا پریس تھا۔ پریس کے پیچھے پہاڑ تھے اس پہاڑ کے اوپر آئی پی آر والوں نے اپنا مورچہ بنالیا تھا۔ دونوں کی فائرنگ کا تبادلہ ہوااور اس فائرنگ میں ایک شیل مارکیٹ پر گرا جس کی وجہ سے پوری مارکیٹ جل گئی اور پریس بھی جل گیا۔ یہ واقعہ 26 یا 27 مارچ کا ہے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب دارالعلوم امجدیہ سے منسلک ہونے کے بارے میں کچھ تفصیلات بتائیں۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں جب پاکستان آیا تو آتے ہی علامہ ازہری اور مفتی ظفر علی نعمانی نے بہت کوشش کی کہ آپ مدرسہ میں آجائیں بلکہ سب سے زیادہ کوشش مفتی صاحب نے کی میں نے ان سے کہا کہ دیکھیے بات اصل میں یہ ہے کہ ازہری صاحب سے میرے بہت اچھے تعلقات ہیں اور ہم پڑھنے کے زمانے میں ساتھ رہے ہیں اور مدرس ساتھ رہے اور ہمیشہ ہی عمدہ تعلقات رہے کیونکہ وہ ہمارے استاد زادے ہیں علاوہ ازیں ہم

بریلی میں ایک مکان میں ایک ساتھ رہے ایک ساتھ کھانا پینا اور ایک ساتھ پڑھنا۔ مصر سے لوٹ کر آنے کے بعد ازہری صاحب نے ہمارے ساتھ پڑھا۔ میں نے کہا کہ عربی مدرسوں میں ایسا ہوتا ہے کہ شاگرد ایک استاد کے خلاف دوسرے استاد سے غلط بات کہہ دیتے ہیں کہ استاد نے ایسا کہا ہے اس طرح دلوں میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف طالب علموں سے یہ کہا ہے ۔ تو اگر ہم میں اور ازہری صاحب میں اس قسم کی بات ہوگئی اور اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکل گیا کہ یہ بات تو صحیح نہیں ہے تو اس میں ہمارے دلوں میں برائی ہو جائے گی اور یہ مجھے گوارا نہیں ہوگا۔ لہذا ہم ایسی جگہ میں ملازمت ہی نہیں کریں گے .جہاں ایسا خطرہ ہو ہم یہ چاہتے ہیں کہ علامہ ازہری سے ہماری دوستی باقی رہے اس لیے ہم نے ان کو جواب دے دیا مگر وہ بہت پیچھے پڑ گئے کہ نہیں آپ کی بہت ضرورت ہے ازہری صاحب نے کہا کہ آپ مجھے جانتے ہیں اور میں آپ کو جانتا ہوں ہم اتنے زمانے تک ایک ساتھ رہے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے ہماری اور ازہری صاحب کی کبھی. بھی کوئی تکرار نہیں ہوئی اور نہ کوئی مخالفت ہوئی۔ ازہری صاحب نے کہا ہم اور آپ لڑنے والے آدمی ہیں ہی نہیں لہذا یہاں یہ سوال کبھی پیدا نہیں ہوگا کہ اس قسم کی کوئی بات ہو تو ازہری صاحب نے مجھے بہت سمجھایا تو میں نے قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ 1971ء میں میں دارالعلوم امجدیہ میں آیا۔

سوال :۔

حضرت مفتی صاحب کچھ فتاوی سے متعلق ارشاد فرمائیں اور یہ بتائیں کہ آپ نے کتنے فتاوی تحریر فرمائے ہیں۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا جو فتوے ہم نے دیئے ہیں ان میں ہزار تو امجدیہ کے ہی کے ہوگئے ہوں گے اس کے علاوہ جب میں نارائن گنج بنگال میں تھا تو جب بھی لوگ میرے پاس فتوی کے لیے آتے تھے بنگال میں اکثر طلاق وغیرہ کے فتوی آتے تھے کبھی کسی اختلافی بات کا فتوی آگیا تو آگیا ورنہ اکثر طلاق کے فتوی ہوتے تھے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کیا آپ نے کچھ تصنیف بھی فرمایا ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا تصنیف کرنے کا ہمیں اتفاق نہیں ہوا میں نے ارکان اسلام کے نام سے مضمون شروع کیا تھا۔ دوحصہ لکھے تھے میرے خیال سے پہلا چھپا بھی تھا پھر اس کے بعد مدرسہ چھوڑدیا اور پھر لکھنا بھی بند کردیاوہ مسائل پر مبنی تحریر تھی جیسے ہمارا اسلام وغیرہ پہلا حصہ پانی اور طہارت سے متعلق تھا۔ اور یہ کتاب تقریباً 1958 ء میں بنگلہ دیش میں چھپی تھی مدرسہ کے ایک ممبر تھے ان کا پریس تھا انہوں نے چھاپی تھی ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کیا آپ نے کسی کو خلافت عنایت فرمائی ہے یا نہیں اور کیا آپ کا کسی کو خلافت عنایت فرمانے کا ارادہ ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ نہیں مزید آپ نے فرمایا سچی بات یہ ہے کہ میں پیری مریدی کی رغبت ہی نہیں رکھتا ہوں۔ جو مجبور کرتا ہے اس کو

مرید کر لیتے ہیں۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ کے مریدوں کی تعداد کتنی ہوگی ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایابہت تھوڑے ہیں تقریباً دو تین سو سے زیادہ نہیں ہوں گے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کیا حکومت نے کبھی آپ سے کسی مسئلہ پر فتوی مانگا؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہاں جب فاطمہ جناح کا معاملہ تھا تو بنگال میں فضل قادر چوہدری میرا ایک عقیدت مند تھا وہ اس وقت ایوب خان کی منسٹری میں تھا انہوں نے ایک فتوی تیار کرنا چاہا کہ عورت کو صدر بنانا ناجائز ہے ۔ ایک فتوی مغربی پاکستان کے علماء کے دستخط کر کے چھاپا تھا اور بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان)جاکر فضل قادر چوہدری نے وہ فتوی تیار کرنا چاہا اس نے علماء کو دعوت دی اپنے گھر ایک میٹنگ رکھی اور علماء کو بلایا اور مقصد یہ تھاکہ یہ فتوی حاصل کیا جائے گا حالانکہ اس کا مجھ پر احسان تھا اوروہ میرا عقیدت مند بھی تھا جب میرے پاس دعوت نامہ آیا تو جو آدمی میرے پاس آیا تھا میں نے اس سے کہا کہ تم جاکر چوہدری صاحب سے کہہ دینا کہ فتوی کا وقت چلا گیا۔ آپ کوفتوی اس وقت پوچھنا چاہیے تھا جب آپ عورتوں کو منسٹری میں لائے تھے جب آپ نے اسمبلی میں عورتوں کو ممبر بنایا تھا اس وقت فتوی پوچھنے کا

وقت تھا اب آپ فتویٰ پوچھ رہے ہیں تو ہمارے فتویٰ کی یہ وقعت ہو گئی ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ حکومت سے پیسہ مل گیا فتویٰ دے دیا تو ہم اپنے فتویٰ کی بے عزتی نہیں کرائیں گے لہٰذا ہم آئیں گے بھی نہیں اور نہ میں دستخط کروں گا خیر کچھ اور علماء نے دستخط کر کے فتویٰ تیار کیا نہ میں گیا اور نہ میں نے فتویٰ دیا اس دوران دو ایک سال تک چوہدری سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ایک جگہ ایک مدرسہ میں چوہدری بھی مدعو تھے اور میں بھی وہاں پر موجود تھا یہاں چوہدری نے بہت تعریف کی کہ میں نے ایسا عالم آج تک کوئی بھی نہیں دیکھا۔

اسی دوران کاظمی شاہ صاحب اور عارف اللہ صاحب اور دیگر عالم بنگلہ دیش تشریف لائے۔ منعم خان نے فون کیا اس وقت منعم خان گورنر تھے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی پاکستان سے علماء آئے ہیں اور وہ چٹاگانگ میں فلاں تاریخ کو پہنچ رہے ہیں اور آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں اگر آپ ان سے ملنا چاہیں تو یہ ٹیلی فون نمبر ہے۔ یہ گورنر مشرقی پاکستان کا پہلا ٹیلی فون تھا اس سے قبل میرے پاس کبھی ٹیلی فون نہیں آیا میں نے کہا کہ اچھی بات ہے خیر میں ایئر پورٹ چلا گیا ایئر پورٹ سے سیدھا ان کو اتار کے ڈاک بنگلہ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ میں نے کاظمی صاحب سے کہا کہ دیکھیے بات یہ ہے کہ آپ حضرات جس کام کے لیے تشریف لائے ہیں ظاہر بات ہے کہ ایوب خان کی طرف داری کے لیے آپ آئیے ہیں اور میری پوزیشن یہ ہے پورا واقع بتا دیا کہ میں نے چوہدری کو منع کر دیا ہے کہ میں فتویٰ نہیں دوں گا اور میں یہ عقل کے خلاف سمجھتا ہوں کہ فتویٰ کو بے وقعت کیا جائے اور آپ حضرات یہاں تشریف لائے تو اس تعلق کی وجہ سے میں آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں مگر میں آپ کے ساتھ جلسے میں نہیں جاؤں گا۔ اور میں آپ کو مشورہ یہ دوں گا کہ

تم نے جب ایوب خان کی حمایت کا وعدہ ہی کیا تھا تو کچھ تو ایوب خان سے وعدے کرالیے ہوتے میں نے کہا کچھ نہیں تو آپ کم سے کم ایک وعدہ اس سے کرالیتے یہ کہ تمام اسکولوں کی کتابوں میں اسمعیل کو جو شہید کہا گیا ہے اورسید احمد کوجو تاریخ پاکستان کا اول ہیرو قرار دیا ہے اس کی تصحیح کرانے کا ان سے وعدہ لے لیتے۔ آپ ایوب خان سے کہتے کہ ایک کمیشن مقرر کیجیۓ جو اس بات کی انکوائری کرے کہ بالاکوٹ میں جو جنگ سکھوں سے ہوئی تھی وہاں یہ انگریزوں کا پٹھوبن کر گیا تھا یا اسلام کی ہمدردی میں۔انہوں نے کہاں ہاں ہم کریں گے۔ میں پھر ان کے ساتھ کسی جلسہ میں شریک نہیں ہوا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب اہل سنت کا آپس میں جوموجودہ انتشار ہے اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟کس طرح منصوبہ بندی کرنی چاہیے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا منصوبہ بندی کا معاملہ تو یہ ہے کہ نورانی میاں سے جب یہ اسمبلی کے ممبر تھے اس وقت میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آئندہ کا آپ کا کیا پروگرام ہے آئندہ جب الیکشن ہوگا آپ حصہ لیں گے یا کہ نہیں تو کہا کہ ضرور لیں گے میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر واقعی آپ الیکشن میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو آپ دو کام ضرور کریں بولے کیا میں نے کہا ایک کام تو یہ ہے کہ آپ اردو اخبار ڈیلی نکالیے پیسہ جمع کیجیۓ اور سرمایہ داروں کو توجہ دلاکر اخبار نکالیے اور وہ اخبار معتدل ہونا چاہیے جسارت کی طرح الٹی سیدھی باتیں نہ کرے مگر ہو سنی تاکہ آپ کی خبریں دے یہ سارے اخبار آپ کے مخالف ہیں آپ کی خبر کوئی چھاپتا نہیں نہ کوئی آپ کی سنتا ہے پہلا کام تو

آپ یہ کیجیئے اور دوسرا کام یہ کہ سنیت کی بناء پر مذہب کی بناء پر ممبر سازی کیجیئے دو آنے کا ٹکٹ رکھیے مگر کوشش یہ کیجیئے کہ ہر گاؤں میں ہر شہر میں ہر سنی کو اپنا ممبر بنائیں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد پر نہیں بلکہ سنی کی بنیاد پر۔ سب لوگوں کو دعوت دیجیئے کہ سنی کی پارٹی کے ممبر بن جاؤ تو اس طرح آپ کے ساتھ ایک دو کروڑ آدمی مل جائیں گے تب آپ کا یہ دعوی صحیح ہوگا کہ ہمارے ساتھ سواد اعظم ہے آپ کی کامیابی بھی ہوگی اور آپ کی قوت بھی ہوگی یہ کام کرلیں۔ باتیں تو بہت کیں مگر کچھ نہیں کیا۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب طلبہ سیاست کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ انجمن طلبہ اسلام کی ہم نے بیسیوں دفعہ تائید کی ہے جب انہوں نے بلایا ہم گئے اور پیسے کی ضرورت پڑی تو آکر کھڑے ہوگئے کہ اتنا پیسہ چاہیے کسی سے دلوا دیجیئے کتنی دفعہ پیسہ بھی دلوایا حقیقت یہ ہے انجمن طلبہ اسلام کے لیے زیادہ سے زیادہ سے کوشش کرنے کی ضرورت ہے جتنا جاندار بنالیں گے اتنا ہی جمعیت طلبہ کا مقابلہ کریں گے۔ بنگال میں بھی حنیف طیب گئے تھے۔ ہم نے یہ کوشش کی تھی کہ وہاں بھی اس کی شاخ قائم ہو جائے۔ حنیف طیب ہمارے پاس روز آتا تھا ہم نے طلبہ کو ان کے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ کتنا عرصہ اور دارالعلوم امجدیہ سے منسلک

رہیں گے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہم نے دارالعلوم والوں سے وعدہ کرلیا ہے کہاگر ملازمت کریں گے تو صرف امجدیہ ہی کی کریں گے اگر نہیں کریں گے تو کسی اور مدرسہ میں نہیں جائیں گے یعنی مدرسہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اگر کسی اور مدرسہ میں جائیں گے تو یہاں کے طالب علم وہاں آجائیں گے اس سے امجدیہ کو نقصان ہوگا لہٰذا اب جب تک ملازمت کرنا ہے امجدیہ ہی میں کریں گے ورنہ چھوڑ کے گھر بیٹھ جائیں گے ۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیں کہ آپ کے کتنے شاگرد ہوں گے۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایاکہ شاگردوں کی تعداد ہزاروں ہوگی بریلی سے لے کر بنگال اور پھر پاکستان میں تدریسی کام کررہا ہوں۔ بنگال میں میرے ایک شاگرد نے مدرسہ بھی کھولا ہے اس کا نام دارالعلوم رضویہ ہے آپ نے فرمایاکہ 1938ء سے میں نے تدریسی کام شروع کیا ہے تقریباً 45 سال پڑھاتے ہوئے ہوگئے۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آپ اپنے مخصوص فتاوی کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اس سلسلے میں فرمایا کہ کہ بہت سے فتاوی ہیں۔ قربانی کی کھالوں کے بارے میں اور تبلیغی جماعت کے بارے میں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک صاحب تبلیغی نصاب لے کر آئے اور سوال لکھ کر دے گئے۔ مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سوال یہ تھا کہ اس کتاب کو دیکھ کر یہ بتائیں کہ اس میں کوئی خلاف شرع بات تو نہیں ہے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ تبلیغی نصاب میں کوئی بات ایسی ہے نہیں تو خلاف شرع ہو۔ اگر ہم اس پر یہ لکھ دیتے کہ اس کتاب میں کوئی بات ایسی نہیں ہے تو یہ ان کے لیے دلیل بن جائے گی اور وہ کہیں گے کہ تبلیغی جماعت صحیح ہے۔ اس کے بعد وہ آئے میں نے کہا ہم کچھ دن کے بعد اس کا جواب دیں گے ہم نے جو جواب لکھا وہ دیکھنے کے قابل ہے وہ تقریباً چار پانچ صفحات پر مشتمل ہے وہ ایسے گئے لوٹ کر نہیں آئے اب کسی سنی کے پاس جائیں گے ہی نہیں۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب یہ تو بتائیے کہ آپ کے فتوؤں کو ترتیب کیوں نے دیا جاتا؟ اور مجموعہ کیوں نہیں بنایا جاتا

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کام زیادہ ہے اور آدمی نہیں ہیں ایسا بھی کوئی آدمی نہیں جو کہ حوالے نقل کر دے ہمارے ساتھ ایک طالب علم ہے اس کا نام فاروق ہے۔ کافی عرصہ ہو گیا ہے مگر اب تک اگر وہ تین طلاق کا فتوی لکھ دے تو لکھ دے۔ مگر علاوہ ازیں جو مسئلہ کئی مرتبہ پیش آچکا ہو کم از کم اسی کو لکھ دو کتاب کا حوالہ دے دو بھائی فلاں کتاب کے

اندر ہے فلاں کتاب اٹھالاؤ فلاں باب میں مل جائے گا فلاں جلد میں مل جائے گا۔ یہ سب کچھ بتادو جب بھی نہیں نکال پاتے ۔ آدمی ہی نہیں ہیں تو کریں کیا دفتر کا نظام اتنا اچھا نہیں کہ سارے فتووں کو نقل کیا جائے ۔ ایک آدمی ہے کبھی نقل کرلیتا ہے کبھی نہیں کرتا وہ کہتا ہے کہ روز کے آنے والے فتووں کو کون نقل کرے اس لیے بہت سے فتوے نقل ہوئے ہی نہیں ہیں۔

سوال :-

حضرت مفتی صاحب آج کل جو طلبہ مدرسوں سے نکلتے ہیں ان سے کیا توقعہ کی جاسکتی ہے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بعض تو ایسے نکلتے ہیں کہ قابل ہوتے ہیں مگر فقہ کی طرف دلچسپی نہیں رکھتے اب بھی ہر سال جو طالب علم فارغ ہوتے ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے کم از کم دو ایک ایسے ہوتے ہیں جو مدرس بن جاتے ہیں اور پڑھانے لگ جاتے ہیں مگر فقہ کے لیے جب تک دلچسپی نہ لیں اور فتووں کی ورق گردانی نہ کریں معاملہ حل نہیں ہوتا اکثر فارغ ہونے والے طالب علم وعظ و تقریروں میں لگ جاتے ہیں کیونکہ پیسہ ملتا ہے کیونکہ وعظ میں ایک رات میں دو سو روپیہ مل جاتا ہے اوراگر فقہ کا کام کریں گے تو مہینے کے پانچ سو یا پھر چھ سو روپیہ ملیں گے اس لیے اس میں دلچسپی بہت کم ہوتی ہے ۔ لہٰذا وعظ کی کتابیں خریدتے ہیں اور فتووں کی کتابوں کی طرف توجہ نہیں دیتے اس لیے صلاحیت پیدا نہیں ہوتی ہے

سوال :-

حضرت مفتی صاحب کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ تعلیمی نظام میں

تبدیلی کی جائے ؟

جواب :-

حضرت مفتی صاحب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایاکہ جنگ اخبار والوں نے ایک دفعہ یہ مذاکرہ رکھا تھا نمائندہ آیا تھا۔ ہم نے اس کو لکھا دیا تھا کہ بنیادی طور پر تم اگزامینشن غلط طور پر قائم کرتے ہو۔ ڈاکٹری کی تعلیم کے لیے چاہتے ہو کہ زیادہ سے زیادہ اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جائے یہاں نہیں ہوتا تو باہر بھیجتے ہو اسی طرح انجینئرنگ میں بھی یہی صورت حال ہے یہاں نہیں ہوتا کہتے ہو باہر کی ڈگری ہونی چاہیے باہر بھیج دیتے ہو ہر فن میں تم قابل افراد زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا چاہتے ہو اور مذہب کے لیے تم نے ایسا کوئی سبجیکٹ ہی نہیں رکھا کہ مذہب میں بھی زیادہ سے زیادہ قابل ہونا چاہیے تو چاہتے ہو کہ مذہبی آدمی مذہبی تعلیم کم کر کے انگریزی پڑھے تو مذہب کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضرت نے دعا فرمائی

اللہ تعالیٰ تمہاری ان کوششوں کو کامیاب
فرمائے اور ہم کو اور تمام اہل سنت کو
صحیح مذہب اہل سنت پر قائم و دائم رکھے
اور مذہب کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ
توفیق عطا فرمائے ۔ اے اللہ ہمارے
قلوب کی اصلاح فرما ہمارے دلوں میں
اپنی اور اپنے محبوبین کی عظمت اور محبت
پیدا فرما اور اپنی اور اپنے محبوب کی
اطاعت اور فرمانبرداری کا ذوق و شوق پیدا

فرما معصیت اور نافرمانی سے دل میں
نفرت پیدا فرما۔
آمین یا رب العالمین۔

وقار العلوم

اہلِ سُنّت کی عظیم دینی درس گاہ ہے

جو

مفتی اعظم حضرت علامہ قبلہ مفتی محمد وقار الدّین قادری رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی حیات میں قائم فرمائی

تدریس کے لئے کمرے مکمّل ہو چکے ہیں دارُالاقامہ کی تعمیر ہونا باقی ہے۔ حضرت کے مُریدین و معتقدین اور متوسلین سے خصُوصی طور پر اور جُملہ عوام اہلسنت سے عمومی طور پر گذارش ہے کہ علمِ دین کی ترویج و اشاعت کے لئے اس صدقۂ جاریہ میں زیادہ سے زیادہ حِصّہ لیکر عنداللہ ماجور ہُوں۔

مہتمم وقار العُلوم : ابو نعمان مولانا عبدالعزیز حنفی قادری

یعقوب آباد، سیکٹر ۲/۱۱، اورنگی ٹاؤن، کراچی